اہلحدیث مذہب کی حقیقت

حضرت علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

قادریہ پبلشرز کراچی
کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان

یا اللہ عزوجل **ترجمۂ قرآن** یا رسول اللہ ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کنز الایمان شریف

- قرآن پاک کا صحیح اور سب سے مقبول ترجمہ۔
- سلیس و رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن کے قریب تر۔
- یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی یعنی لفظ و محاورہ کا حسین امتزاج۔
- عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک۔
- آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے الفاظ کے موزوں ترین معانی کا انتخاب۔
- قرآن پاک کے اصل منشاء مراد کو بیان کرنے والا۔
- بارگاہ الٰہی کے تقدس اور احترام نبوت کا کماحقہ پاسدار۔
- مسلک اہلسنت و جماعت اور سلف صالحین کا سچا ترجمان۔
- بے شمار خوبیوں سے مالا مال واحد مہذب ترجمۂ قرآن "کنز الایمان"۔
- ایک عادل کے لئے قرآن پاک کے اردو ترجمہ کنز الایمان کے انتخاب کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔
- اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے تعصب کی عینک اتار کر کنز الایمان کا ہی مطالعہ کیجئے۔

ترجمے والا قرآن پاک خریدتے وقت کنز الایمان ہی خرید کریں۔

یا اللہ جل جلالہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا رسول اللہ ﷺ

اہلحدیث مذہب کی حقیقت

از قلم

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ مفتی عبد المجید خاں سعیدی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

بتعاون: کاظمی کتب خانہ (رحیم یار خان)

قادریہ پبلشرز کراچی

میثم قادری

اس کتاب کے جملہ محاصل مدرسہ قادریہ
کے تحقیقی نشرواشاعت وتبلیغی مصارف کے لئے وقف ہیں

کتاب: اہلحدیث مذہب کی حقیقت

مصنف: علامہ مفتی عبد المجید خاں سعیدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

معاونین: محمد الیاس سعیدی (رحیم یار خان) ۔ حافظ محمد ناصر قادری (کراچی)

ہدیہ: 38 روپے

نوٹ: تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے پھر بھی اغلاط سامنے آئیں تو ادارہ کو مطلع فرمائیں شکریہ

☆ مراکز ترسیل ☆

☆ کاظمی کتب خانہ عقب جامعہ غوث اعظم داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان۔
☆ سادات پبلی کیشنز لاہور۔ (پروگریسو بکس اردو بازار لاہور۔)
☆ مکتبہ الھدیٰ چھوٹی گٹی حیدرآباد سندھ ۔
☆ مکتبہ رضویہ گاڑی کھاتہ آرام باغ کراچی۔
☆ مکتبۂ اہلسنت چاندنی چوک نزد سبزی منڈی کراچی۔
☆ ضیاء الدین پبلی کیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی۔
☆ مکتبہ قادریہ برائٹ کارنر چاندنی چوک کراچی۔
☆ مکتبہ زاویہ ۱۰۔ مرکز الاویس (ستا ہوٹل) دربار مارکیٹ لاہور۔
☆ صفہ پبلشر گلزار حبیب مسجد سولجر بازار کراچی۔
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 14۔انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی۔

قادریہ پبلشرز

5/A کارا بھائی کریم جی روڈ، نیا آباد کراچی 7529937

فہرست

حصہ اول

خرافات ”الدعوۃ“ کے منہ توڑ جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہٖ و صحبہ اجمعین

پہلے اسے پڑھیئے:۔ ہمارے ایک نہایت ہی مخلص سنی کارکن اور قریبی دوست جناب ریاض احمد ریاض (مالک و ایڈیٹر ماہنامہ ”جناب عرض“ آف رحیم یار خان) نے غیرمقلدین کے ماہنامہ رسالہ ”الدعوۃ“ (مجریہ جون ۱۹۹۳ء جلد نمبر۳ شمارہ نمبر۶) میں (صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۶۳ تک) شامل تقریباً سات صفحات کا ایک مضمون دکھایا اور اس کا جواب لکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ جس کا عنوان ہے۔

”گستاخ رسول کون ؟“ جس کے مولف لاہور کے ”رحمت اللہ ربانی“ نامی کوئی غیرمقلد عالم ہیں جنہوں نے اسے ”حافظ محمد ابراہیم سلفی“ نامی اپنے کسی ایک ہم مسلک غیرمقلد عالم کی حمایت میں تحریر کیا ہے۔ جن کا پورا نام مضمون مذکور کے سرنامہ پر نہایت ہی طمطراق کے ساتھ اس طرح لکھا ہے۔ ”شیخ الحدیث مولانا رحمت اللہ ربانی لاہور“۔

مولف موصوف نے اپنے اس مضمون میں اپنے اسلاف کی روش پر چلنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے محض اپنی ان گستاخانہ عبارات پر پردہ ڈالنے اور ان سے عوام کی توجہ ہٹانے کی غرض سے (کہ جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبین و مقربین بالخصوص حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں نازیبا کلمات استعمال کر کے ان کی شدید توہین اور سخت بے ادبی کی گئی ہے اور محض۔ ”الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے“ کے پیش نظر معارضہ بالقلب کے طور پر اہل سنت و جماعت (کہ جنہیں عاشق رسول، پاسبان دین و مسلک شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہونے اور گستاخان نبوت کے خلاف ان کے مشہور موقف میں ان کے ہمنوا ہونے کی نسبت سے انہیں ”بریلوی“ کہا جاتا ہے۔ ان کو معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ و بے ادب اور ان

کے مسلک کو بناوٹی من گھڑت اور خودساختہ قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے جس کا پس منظر سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اہل سنت کے دینی و روحانی پیشوا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ماضی میں مولانا کے بڑوں کو ان کی شدید علمی اغلاط اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کرنے کی بنا پر اپنے خداداد علم و فضل کے ذریعہ ان کی شدید گرفتیں فرما کر انہیں لوہے کے چنے چبوائے اور اپنی قابل قدر بے شمار تصانیف کے ذریعہ ان کی گستاخیوں اور بے ادبیوں کو دنیا کے سامنے رکھ کر انہیں مجرموں کے کٹہرے میں لاکھڑا کیا تھا۔

مولف موصوف اہل سنت و جماعت کے خلاف اپنے اس مذکورہ دعویٰ کے ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں اور اس پر وہ کوئی ایک بھی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکے ہے ان کے اس دعوئی سے کچھ مطابقت ہو' بلکہ انہوں نے اس میں "دعویٰ آسمان دلیل زمین" "سوال گندم جواب چنا" اور "آم کا جواب املی" سے دینے کا طریق کار اپناتے ہوئے محض اپنے عوام سے شاباش وصول کرنے کی غرض سے ادھر ادھر کی لگا کر ٹائم پاس کیا ہے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ معاذاللہ سنی بریلوی گستاخ رسول ہیں جب کہ انہوں نے اپنے اس پورے مضمون میں اس کے لئے جس بات کو دلیل بنایا ہے وہ یہ ہے کہ بریلوی مشرک ہیں لہذا وہ گستاخ ہیں' پھر اسی ایک ہی بات کو انہوں نے مختلف عنوان دے کر محض عوام پر رعب جمانے کی غرض سے دلیل نمبر۱'۲'۳'۴' تا۲۹ کے نمبر لگا کر اسے ۲۹ دلائل کا نام دیا ہے۔ حالانکہ

اولاً": مشرک ہونا اصطلاحاً" گستاخ رسول ہونے کو کچھ مستلزم نہیں' یہی وجہ ہے کہ مشرکین یہود و نصاریٰ پر بعض صورتوں میں جزیہ فرض کر کے اسلام انہیں ان کے جان و مال کا تحفظ فراہم کرتا ہے جب کہ گستاخ رسول کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں' پھر مولانا کا یہ دعویٰ بھی اس وقت صحیح ہوتا اور وہ اس میں تب سچے ہوتے کہ جب انہوں نے قرآن و سنت سے ان امور کا مطلقاً" شرک ہونا بھی ثابت کیا ہوتا جن کی بناء پر انہوں نے ہمیں مشرک بنانے کی کوشش کی ہے مگر اس میں بھی وہ بفضلہ تعالیٰ بہت بری طرح ناکام رہے ہیں۔ اور ہم بڑے وثوق سے عرض کرتے ہیں کہ مولانا سمیت پوری ذریت وہابیہ کے تمام اصاغر و اکابر جمع ہو کر بھی قیامت تک' امام اہل

سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ ہمارے کسی ایک بھی معتبر عالم دین کی کوئی ایک بھی ایسی عبارت نہیں دکھا سکتے جس میں اللہ جل جلالہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گستاخی اور بے ادبی کا پایا جانا تو کجا' اس سے معاذ اللہ آپ کی گستاخی اور بے ادبی کی بو بھی آتی ہو۔ اسی طرح ہمارے کسی ایک عقیدہ کا قرآن و سنت کی روشنی میں شرک ہونا بھی کوئی مائی کا لعل قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ شمشیر ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اپنے اس مضمون میں ہمارے خلاف استدلال کرتے ہوئے اپنے اس موقف کے ثابت کرنے کی غرض سے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ علماء اہل سنت کے جو حوالے پیش کئے ہیں ان میں انہوں نے قطع و برید کر کے اور انہیں توڑ موڑ کر اور ان کا مفہوم بگاڑ کر پیش کیا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے جن آیات و احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے بعض اس سے قطعاً" غیر متعلق ہیں اور اکثر وہ ہیں جن کا تعلق کفار و مشرکین اور بتوں سے ہے مگر ہاتھ کی صفائی دکھا کر مولانا نے انہیں مشرک گری کے شوق میں سنی مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے جو صحابی رسول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کے مطابق خارجیوں کی علامت ہے ملاحظہ ہو (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۲۴ عربی طبع کراچی) کیونکہ اس کے بغیر مولانا اپنے اس موقف کو ثابت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ اس بارے میں مولانا نے محض فریب دہی مغالطہ آفرینی اور نہایت درجہ کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے ہم سے بعض ایسی باتیں منسوب کرنے سے بھی کچھ گریز نہیں کیا کہ جن کے بارے میں انہیں خود بھی معلوم ہے کہ ان کا ہمارے کسی معتبر عالم دین کی کسی مستند کتاب میں سرے سے کوئی نشان ہی نہیں ملتا (جیسا کہ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل آ رہی ہے) جو کسی ایک عام آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ اس کا ارتکاب کوئی "شیخ الحدیث مولانا" کا لقب پانے والا کرے۔ فیا للعجب

پس اگرچہ اس کے صریح البطلان ہونے کی وجہ سے اس امر کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی کہ اس کا جواب لکھنے کی طرف کوئی توجہ کی جائے خصوصاً" جب کہ یہ سب

باتیں بھی وہی ہیں جن کا ماضی میں ہمارے علماء بارہا شافی جواب دے چکے ہیں تاہم چونکہ
باطل کے منظر عام پر آ جانے کے بعد اہل حق پر اس کی نوعیت کے مطابق حتی الوسع
حق کا اظہار فرض ہو جاتا ہے اس لئے محض اظہار حق اور بعض کچے ذہنوں کو اس کے
گمراہ کن پراپیگنڈے سے بچانے کی غرض سے مضمون ہذا میں مولانا کے ہم پر کئے گئے
اعتراضات کا ترکی بہ ترکی مسکت اور باطل شکن جواب پیش خدمت ہے۔
و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

اہلحدیث مذہب کی حقیقت

لیکن اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے مولانا کے ان نام نہاد اور خود ساختہ دلائل
اور بے بنیاد دعاوئی کا جائزہ لینا اور ان کی حقیقت کو واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن
کے ذریعہ انہوں نے نہایت درجہ مغالطہ آفرینی اور شدید فریب دہی سے کام لیتے
ہوئے اپنے اصل گستاخانہ نجدی عقائد و نظریات پر پردہ ڈالنے اور انہیں چھپانے کی
غرض سے خود کو اہل حق اور ہمیں بزعم خود باطل بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے
اور اس حصہ کا نام ہم "اہلحدیث مذہب کی حقیقت" تجویز کرتے ہیں۔

لفظ اہلحدیث کی بحث

چنانچہ اپنے مشہور کردہ اور خود ساختہ نام "اہلحدیث" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے
ہوئے مولانا موصوف نے لکھا ہے "اہلحدیث کا معنی حدیث والے اور حدیث قرآن مجید
کو بھی کہتے ہیں اور فرمان رسول کو بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے "اما بعد فان خیر
الحدیث کتاب اللہ حمد و صلوۃ " کے بعد یہ کہ بہترین حدیث اللہ تعالیٰ
کی کتاب ہے اور قرآن مجید میں چودہ آیات ایسی ہیں جن میں قرآن کو حدیث کہا گیا
ہے۔ صرف دو آیتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ "اللہ نزل احسن الحدیث " اللہ نے
بہترین حدیث نازل کی۔ فبای حدیث بعدہ یومنون ۔ قرآن جیسی حدیث کے
ہوتے ہوئے اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے اور مشکوۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے

الحدیث فی اصطلاح جمہور المحد ثین یطلق علی قول النبی صلی
اللہ علیہ وسلم و فعلہ و تقریرہ کو کہتے ہیں۔ بلفظہ ملخصا"

------○ الجواب ○------

مولانا کے اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ قرآن اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ
وسلم دونوں کو حدیث کہا جاتا ہے جب کہ وہ بقول خود صرف انہی دو پر عمل کرتے
ہیں۔ اس لئے انہیں اہلحدیث کہا جاتا ہے جس کے کئی جواب ہیں جن میں سے بعض
حسب ذیل ہیں۔

جواب نمبرا= مولانا نے اپنے بیان میں کئے گئے اپنے دعوئی کی خود نفی کر دی ہے
چنانچہ دعوئی تو ان کا یہ تھا کہ وہ حجت اور دلیل' صرف اور صرف قرآن اور حدیث کو
مانتے ہیں مگر "حدیث" کی تعریف کے بارے میں اپنے اسی بیان میں انہوں نے قرآن و
حدیث کی بجائے جس چیز کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے وہ محدثین کے اقوال ہیں
جیسا کہ ان کے دیئے گئے مقدمہ مشکوۃ کے حوالے سے ظاہر ہے۔ پھر لطف کی بات یہ
بھی ہے کہ اس مقام پر اعتماد بھی انہوں نے ایک حنفی عالم (حضرت علامہ شیخ عبدالحق
محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ) پر کیا ہے جب کہ حنفی ہونا مولانا کے نزدیک ناقابل معافی
جرم (اور شرک) ہے۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے ؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کے پاس نہ تو قرآن کی کوئی ایسی آیت تھی اور نہ ہی ان
کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا ارشاد تھا جس میں یہ واضح کیا گیا ہو
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقاریر کو لفظ حدیث سے تعبیر
کیا جاتا ہے بلکہ یہ صرف محدثین کا قول ہے اور وہ بھی سب کا نہیں بلکہ مولانا کی نقل
کردہ عبارت کے منقولہ جملہ کے مطابق یہ اکثر کا قول ہے۔ اسی لئے انہوں نے اسے
اس کا اردو ترجمہ کئے بغیر چھوڑ دیا ہے تاکہ عوام کو ان کی ملمع سازی کا کوئی پتہ نہ چل
سکے اور وہ ان کی پیش کردہ عربی عبارت کو علماء کا قول سمجھنے کی بجائے اسے قرآن کی
آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تصور کر کے مولانا کے رعب میں آ

جائیں۔ پس جب بنیاد ہی درست نہیں تو اس کے سہارے خود کو "اہلحدیث" کہلانا خود مولانا کے اصول کی روشنی میں باطل اور بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟ جب کہ ان کا اصول یہ ہے کہ جو چیز قرآن و سنت سے صراحۃً ثابت نہ ہو وہ بدعت ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! اگر اس مذہب کے لئے اس قسم کے ایک دو مولانا اور بھی وقف رہے تو پھر ہمیں ان کا جواب لکھنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آیا کرے گی۔

جواب نمبر۲ = مجرمانہ خیانت :- پھر مولانا نے مقدمہ مشکوۃ کے حوالہ سے متذکرہ بالا عربی عبارت نقل کی ہے اس میں بھی انہوں نے شدید مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور پوری عبارت نقل کرنے کی بجائے انہوں نے اس سے محض اپنا من مانا جملہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے کیونکہ اس کے بغیر ان کی مقصد برآری قطعاً ناممکن تھی، چنانچہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

"اعلم ان الحدیث فی اصطلاح جمہور المحد ثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فعلہ و تقریرہ الی وہ کذلک یطلق علی قول الصحابی و فعلہ و تقریرہ و علی قول التابعی و فعلہ و تقریرہ" انتہی ملخصا"

یعنی جمہور محدثین کے نزدیک حدیث کا اطلاق صرف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر ہی پر نہیں ہوتا بلکہ صحابی اور تابعی کے قول و فعل اور تقریر کو بھی ان کے نزدیک حدیث کہا جاتا ہے اور اس کے بالکل متصل یہ بھی لکھا ہے کہ فما انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ المرفوع و ما انتہی الی الصحابی یقال لہ الموقوف (الی) ر ماانتہی الی التابعی یقال لہ المقطوع ملخصا" (ص ۳)

یعنی حدیث کا منتہی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہو تو اسے "حدیث مرفوع" صحابی ہو تو اسے "حدیث موقوف" اور تابعی ہو تو اسے "حدیث مقطوع" کہا جاتا ہے۔

پس اگر مقدمہ مشکوۃ میں حدیث کے لفظ کا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر پر ہی اطلاق کیا جانا مذکور تھا (جیسا کہ مولانا نے ظاہر کیا ہے) تو

حدیث کو مقسم ٹھہرا کر اس کی تین قسمیں بیان کرنے کے کیا معنی بنتے ہیں۔

علاوہ ازیں مولانا کی نقل کردہ عبارت میں مذکور لفظ جمہور بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ مولانا نے عبارت کے نقل کرنے میں دیانت سے کام نہیں لیا کیونکہ اس صورت میں مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ بنے گا کہ کچھ محدثین ایسے بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہنا جائز نہیں سمجھتے جو خود مولانا کے موقف کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں مولانا کا یہ دعویٰ ہی سرے سے مخدوش ہو کر رہ جاتا ہے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔

مولانا نے شیخ محقق کی اس عبارت میں کانٹ چھانٹ کر کے یہ ہاتھ کی صفائی اس لئے دکھائی کہ پوری عبارت کے نقل کرنے کی صورت میں انہیں صحابی اور تابعی کی تقلید فرض ماننی پڑتی تھی اور اس کا یہ معنی بنتا تھا کہ اہلحدیث وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابی اور تا.عی کے اقوال و افعال اور تقاریر کا پیروکار اور مقلد ہو جو ان کے دعویٰ کے مطابق نہ صرف ناجائز اور حرام بلکہ شرک بھی ہے جس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ غیر مقلد مذہب کی بنیاد ہی مغالطہ دہی جھوٹ اور افتراء پر ہے۔

علمی کمزوری :- پھر مولانا کا یہ جملہ بھی نہایت مضحکہ خیز اور ان کی علمی کمزوری پر دلالت کرتا ہے کہ "مقدمہ مشکوۃ میں لکھا ہے الحدیث فی اصطلاح جمہور المحد ثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فعلہ و تقریرہ کو کہتے ہیں" بلفظہ ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۰)

غور فرمایئے مولانا کے اس بیان میں عربی عبارت کے ساتھ "کو کہتے ہیں" کے الفاظ کا کیا تعلق ہے اور یہاں ان کی کیا تک بنتی ہے۔ فیا للعجب و لضیعۃ الادب-----

○..... نیز مولانا کا یہ کہنا بھی ان کی علمی بے بضاعتی کا مظہر ہے کہ "اہلحدیث" کا معنی ہے "حدیث والے" کیونکہ اس کا معنی صرف "حدیث والے" ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کا ترجمہ "حدیث والا" بھی ہوتا ہے او. لفظ "اہل" کا اطلاق، واحد اور جمع دونوں پر ہوتا

ہے۔

جھوٹ :۔ اسی طرح مولانا کا یہ کہنا بھی نہایت درجہ خلاف واقعہ قطعاً" غلط اور سخت جھوٹ ہے (اور اس سے ان کا مقصد محض عوام پر رعب جمانے کے سوا کچھ نہیں) کہ "قرآن مجید میں چودہ آیات ایسی ہیں جن میں قرآن کو حدیث کہا گیا ہے" اگر مولانا اپنے اس دعوئی میں سچے ہیں تو وہ ان آیات کی نشاندہی کرتے ہوئے ہمیں ان کی مکمل لسٹ پیش کریں گے مگر

این خیال است و محال است و جنون

اہلحدیث نام کیوں ؟ شاید کوئی سوال کرے کہ چودہ قرآنی آیات نہ سہی، قرآن مجید کی بعض آیات (اسی طرح بعض احادیث بھی) تو ایسی موجود ہیں جن میں قرآن مجید کو حدیث کہا گیا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔ پس غیر مقلدین کا ان دونوں پر عمل کی وجہ سے خود کو اہلحدیث کہلانا بلاوجہ نہیں؟ تو اس کے بھی کئی جواب ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں۔

جواب نمبرا:۔ ان حضرات کا قرآن و حدیث دونوں پر عمل کا دعوئی بھی محض ڈھونگ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کی ہر آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث کو نہیں مانتے بلکہ صرف اسی آیت اور صرف اسی حدیث کو مانتے ہیں جو انہیں پسند اور ان کے مفروضہ نظریات پر پوری اترتی ہو۔ جس کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ یہ لوگ نماز میں دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ یہ رفع یدین خود ان کے اصول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے مگر ان لوگوں نے چونکہ پہلے سے یہ طے کر لیا ہے کہ انہوں نے اس مقام پر رفع یدین بالکل نہیں کرنی' اس لئے وہ اس رفع یدین کی احادیث کو معاذ اللہ محض اپنے لایعنی بہانوں سے ٹھکرا دیتے ہیں (اختصار مانع ہے ورنہ اس قسم کی دیگر سینکڑوں مثالیں پیش کر کے اسے مزید واضح کیا جاتا) پس جب قرآن کی ہر آیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث پر ان کے عمل کا دعوئی ہی خلاف واقعہ ہے تو ان

دونوں پر عمل کو آڑ بنا کر ان کا خود کو "اہلحدیث" کہلانا کیونکر درست ہوا؟۔

جواب نمبر ۲:۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں قرآن کو "حدیث" کہا گیا ہے مگر اس کی بعض دوسری آیات اسی طرح بعض احادیث میں اسے "احسن الحدیث" اور خیرالحدیث بھی کہا گیا ہے۔ جس کا خود مولانا کو بھی اقرار ہے' پس اس مضمون کی آیات اور احادیث کو ملا کر قرآن کا پورا نام احسن الحدیث اور خیرالحدیث ہوا نہ کہ صرف حدیث۔ کیونکہ اصول ہے کہ القرآن۔

یفسر بعضه بعضه ۔۔ و یحمل المطلق علی المقید

جو اہل علم پر کسی طرح مخفی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو المعالی اور امام سیوطی رحمته الله علیهما نے بھی قرآن مجید کے پچپن مختلف اسماء سے موسوم ہونے کا ذکر فرماتے وقت اس کے "حدیث" کے نام سے موسوم ہونے کی بجائے اس کا "احسن الحدیث" کے نام سے موسوم ہونا ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (الاتقان عربی جلد ا ص ۵۰ طبع سہیل اکیڈمی)

پس اہلحدیث نام تو پھر بھی صحیح نہ ہوا۔ اس نسبت سے انہیں چاہئے تھا کہ وہ خود کو اہلحدیث کی بجائے "اہل احسن الحدیث" اور "اہل خیرالحدیث" کہلاتے۔ سچ ہے کہ جھوٹ کا سر منہ کچھ نہیں ہوا کرتا۔

جواب ۳ :۔ کلام الٰہی اور فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو (بر تقدیر تسلیم) صرف حدیث ہی نہیں کہا جاتا بلکہ ان کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً" کلام الٰہی کا ایک نام قرآن کے علاوہ "فرقان" اور "ذکر" بھی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "ان هذا القرآن يهدى " (پ ۱۵ الاسراء) ایک اور مقام پر فرمایا " تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده " (پ ۱۸ الفرقان) نیز فرمایا انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون (پ ۱۴ الحجر)

امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی معرکتہ الاراء کتاب الاتقان میں امام ابوالمعالی علیہ الرحمتہ کے حوالہ سے قرآن مجید کے پچپن نام ذکر فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو (جلد ا ص ۵۰ طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

اسی طرح فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن و حدیث میں سنت اور حکمت کے ناموں سے موسوم ہونا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے و یعلمہم الکتب و الحکمتہ (پ ۴ پ ۲۸ العمران۔ الجمعہ)

(و الحکمتہ السنتہ علی تفسیر) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بسنتی الحدیث رواہ احمد بلکہ قرآن مجید کا ایک نام "کتاب" بھی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ کتب انزلناہ الایۃ وغیرہ۔ پس سوال یہ ہے کہ ان حضرات نے قرآن و حدیث کے دوسرے نام چھوڑ کر (جب کہ ان میں بعض زیادہ مشہور اور کثیر الاستعمال بھی ہیں) خود کو "اہل قرآن" "اہل ذکر" اور "اہل حکمت" اور اہل کتاب وغیرہ کہلانے کی بجائے قران کی کس صریح آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس صحیح صریح مرفوع متصل حدیث کے واضح حکم کے ذریعہ خود کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا ہے جب کہ معنوی اعتبار سے اس لفظ میں کوئی جامعیت بھی نہیں کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال بھی آجاتے ہیں جو محض آپ کی خصوصیت ہیں جن پر عمل کی امت کو قطعاً" کوئی اجازت نہیں۔ جیسے بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنے کے بیان کی حدیثیں۔ اسی طرح وہ حدیثیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گہری نیند سو جانے کے بعد بعض اوقات نیا وضو کئے بغیر نیند سے قبل کئے گئے وضو سے نماز پڑھ لیتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کل احادیث پر عمل کے حوالہ سے کسی کا اہلحدیث ہونا ممکن ہی نہیں۔ پس اس تقدیر پر ان لوگوں کا خود کو اہلحدیث کہلانا ہی جھوٹ قرار پایا۔ و ھو المقصود

جواب نمبر ۴ وہ کون سا مسلمان ہے جو قرآن و حدیث کو ناقابل عمل سمجھتا یا معاذاللہ ان میں سے کسی ایک کے حجت اور دلیل شرع ہونے کا منکر ہے۔ پس دوسرے مسلمانوں کو قرآن و حدیث کا معاذ اللہ منکر ٹھہرا کر "اہلحدیث" نام کو (قرآن و حدیث پر عمل کے حوالہ سے) اپنے نام الاٹ کرنے اور اس کے ٹھیکہ دار بننے کا مولانا کو کیا فائدہ ہوا؟ اگر مولانا یا ان کے کوئی ہمنوا یہ فرمائیں کہ وہ اہلحدیث اس معنی میں ہیں کہ وہ کسی امام مجتہد کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس لئے مقلدین اور ان میں وجہ فرق یہی امر ہے تو اس کے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ۔

اولاً":- ان حضرات کا پورے قرآن اور تمام احادیث کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا دعویٰ جھوٹ ہے (جیسا کہ اس کی تفصیل سطور بالا میں گزر چکی ہے)

ثانیاً" یہ لوگ حقیقت میں ہم سے بڑھ کر کئی گنا زائد مقلد ہیں اس لئے اہلحدیث کے لفظوں کا یہ معنی تراشنا انہیں کچھ مفید نہ ہوا (جس کی مکمل تفصیل "مسئلہ تقلید" کے عنوان کے تحت آئندہ سطور میں عنقریب آرہی ہے)

جواب نمبر ۵ دراصل مولانا یہاں نہایت ہی پر فریب انداز میں خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے اصل بات کو ٹال گئے ہیں کیونکہ درحقیقت بحث یہ نہیں تھی کہ "اہلحدیث" کے لفظوں کا لفظی ترجمہ کیا ہے اور نہ ہی یہ بحث تھی کہ قرآن اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث بھی کہتے ہیں یا نہیں؟

دریافت طلب امر تو یہ تھا کہ جب غیرمقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ اہلحدیث ہی برحق ہیں اور کلمہ گوؤں کے برحق اور ناجی گروہ کا نام اہلحدیث ہے۔ نیز ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو چیز قرآن مجید یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتہ ثابت نہ ہو وہ بدعت مذمومہ ہوتی ہے اور اس کا اپنانے والا بدعتی اور جہنمی ہوتا ہے اور اس موقع پر وہ مزے لے لے کر یہ حدیث بھی دہرایا کرتے ہیں " الا ان شر الامور محدثاتھا و کل محدثہ بدعہ کل بدعہ ضلالہ و کل ضلالہ فی النار " تو کیا ان کے پاس قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت یا کوئی ایسی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث ہے جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں مسلمانوں کے برحق گروہ کا نام "اہلحدیث" رکھا ہو' یا مسلمانوں کو "اہلحدیث" کہلانے کا حکم دیا ہو۔ یا کیا کوئی ایسی اور مستند واضح دلیل ہے جس میں اس امر کی وضاحت ہو کہ حضرات صحابہ کرام بالخصوص چار یار رضی اللہ عنہم خود کو "اہلحدیث" کہلایا کرتے تھے؟ مولانا نے اسی امر کو ثابت کرنا تھا جس کا ثابت کرنا ابھی تک ان پر قرض اور ان کے ذمہ قرض ہے مگر وہ اپنے مخصوص فن کے ذریعہ اسے لفظوں کے چکر میں بہا لے جا کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک گئے۔ اور ہم بڑے وثوق سے عرض کئے دیتے ہیں کہ وہ اسے تا صبح قیامت ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ بدعتی خود ہیں

مگر شرم مٹانے اور اپنا جرم چھپانے کی غرض سے وہ اس کا الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔
ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا؟

جواب نمبر۶ بالفرض یہ بھی مان لیا جائے کہ اہل حق گروہ کا نام اہلحدیث ہی ہے؟ تو جب تک علیحدہ کوئی ایسی واضح آیت یا کوئی ایسی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث نہ ہو جس میں اس کا مصداق خود کو اہلحدیث کہلانے والے موجودہ فرقہ کو قرار دیا گیا ہو تو اس وقت تک مولانا کا یہ دعویٰ بالکل بیکار ہے کیونکہ محض اپنا اہل حق والا نام رکھ لینے یا خود کو محض اہل حق کہلانے سے کوئی اہل حق نہیں بن جاتا۔ جس سے کسی منصف مزاج کو کچھ انکار نہیں' ورنہ کیا گدھے کا نام موٹا بکرا تجویز کر لینے کے بعد کوئی بکرے کی حلت والے دلائل پیش کرنا شروع کر دے تو کیا اس سے وہ گدھا حلال ہو جائے گا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بالکل بعینہ یہی حقیقت ان حضرات (خود کو اہلحدیث کہلانے والوں) میں کارفرما ہے کیونکہ ان کے بعض گستاخانہ اور باطل عقائد ایسے ہیں جو ان کے اہل حق سے خارج ہونے پر واضح قرینہ ہیں۔ پس برتقدیر تسلیم اہل حق گروہ والا نام تجویز کر لینے سے بھی مولانا کو اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔

غیرمقلدین کے بعض باطل نظریات: چنانچہ ------

(۱) غیرمقلدین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) جھوٹ بول سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو (یکروزی ص ۱۷ طبع ملتان از مولوی اسمٰعیل دہلوی غیرمقلد۔ نیز فتاویٰ سلفیہ میں ص ۱۵۵ طبع لاہور از مولانا اسمٰعیل سلفی غیرمقلد)

(۲) انہی کا عقیدہ ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ظلم کر سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ سلفیہ ص ۱۵۵ طبع مذکور)

(۳) انہی کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف عرش پر ہے' اسے ہر جگہ ماننا بے دینی ہے وہ آدھی رات کے وقت پہلے آسمان پر آ جاتا ہے اور وہ اس وقت عرش پر موجود نہیں ہوتا بلکہ عرش اس سے خالی ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو (ترجمہ موطا مالک جلد ۱ ص ۲۰۲ طبع میر محمد کراچی۔ ہدیۃ المہدی عربی ص ۱۰ طبع دہلی۔ از مولانا وحید الزماں غیرمقلد)

(۴) تمام انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کو غیرمقلدین ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر

سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (تفویتہ الایمان ص ۱۰۳ طبع اہلحدیث اکادمی لاہور)

(۵) غیرمقلدین کے عقیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم بڑے بھائی جیسی کرنی چاہئے (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (تقویۃ الایمان ص ۱۱۵ طبع مذکور)

(۶) غیرمقلدین کے عقیدہ میں نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا (معاذ اللہ) بیل اور گدھے کے تصور سے زیادہ برا ہے اور ان کے نزدیک نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانے سے نمازی فوراً" کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو (صراط مستقیم اردو ص ۱۴۹ اسلامی اکادمی لاہور از اسمٰعیل دہلوی غیرمقلد)

(۷) غیرمقلدین کے عقیدہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدعت' حرام اور سخت جرم ہے (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (تقویۃ الایمان ص ۳۷ طبع مذکور۔ انوار التوحید ص ۱۷۳ تا ۱۷۵ طبع لاہور۔ از مولانا صادق سیالکوٹی غیرمقلد)

(۸) غیرمقلدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز گنبد اور دوسرے انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کے گنبدوں اور اونچے مزارات کا گرا دینا واجب ہے۔ (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو (عرف الجادی فارسی ص ۱۰ طبع بھوپال از ابن صدیق حسن خاں بھوپالی غیرمقلد)

(۹) غیرمقلدین کے عقیدہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں یزید پلید برحق تھا (معاذ اللہ) رشید ابن رشید ص ۳۵۳ تا ۳۵۶ و ص ۳۶۱' ۳۶۲' ۳۶۹ طبع لاہور از مختلف علماء اہلحدیث)

(۱۰) غیرمقلدین کے عقیدہ میں جو صحابہ و تابعین کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں اختلافی رفع یدین نہیں کرتے یا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے ان کی نمازیں بیکار تھیں اور وہ سب بے نماز تھے۔ (معاذ اللہ)

تلک عشرۃ کاملہ

نوٹ: غیرمقلدین کے باطل عقائد و نظریات تفصیل سے دیکھنے ہوں تو استاذی المحترم شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد اقبال صاحب سعیدی دام ظلہم آف ملتان کا رسالہ

"آئینہ نجدیت" اور فقیر کا رسالہ "آئینہ غیر مقلدیت" ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ غیر مقلدین اپنے ان گستاخانہ عقائد کے باعث اہل حق سے خارج ہیں اس لئے برتقدیر تسلیم ان کا خود کو اہل حق کے نام سے موسوم کرنا انہیں کچھ مفید نہیں اور نہ ہمیں کچھ مضر ہے اور عندا لتحقیق خود غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں "اہلحدیث" نام ایسی بدعت ہے جس کے اپنانے والے خود ان کے نزدیک بدعتی اور جہنمی ہیں۔ اس سے مولانا کے اس دعویٰ کا بھی بھرم کھل گیا اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں بھی قطعا" سچے نہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے سچی محبت ہے کیونکہ سچی محبت، گستاخی اور بے ادبی سے پاک ہوتی ہے۔

کیا صحابہ کرام خود کو اہلحدیث کہلایا کرتے تھے؟

مولانا کا صحابہ کرام پر افتراء: مولانا نے خطیب کی کتاب شرف اصحاب الحدیث (ص ۲۱) کے حوالہ سے لکھا ہے "حضرت ابو سعید خدری فرمایا کرتے تھے۔

"انکم خلوفنا و اہل الحدیث بعد نا"

ہمارے بعد تم ہمارے جانشین ہو اور ہمارے بعد تم اہلحدیث ہو۔ یہ بات تابعین سے کہا کرتے تھے۔ اس سے تھوڑا آگے لکھتا ہے "سابقہ بیان سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بھی اپنے آپ کو اہلحدیث کہلوایا کرتے تھے" ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۱)

الجواب: یہ حوالہ بھی مولانا کو کچھ مفید نہیں اور نہ ہی یہ ان کے دعویٰ کی کچھ دلیل ہے کیونکہ ------

اولا" اس روایت کی صحت پر کلام سے قطع نظر، یہ صحابی کا قول ہے جب کہ مولانا کا نظریہ یہ ہے کہ حجت صرف قرآن اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک کسی بڑے سے بڑے صحابی کا قول بھی حجت اور ماننے کے قابل نہیں۔ چنانچہ بیس تراویح اور تین طلاق کے مسئلہ میں امیر المومنین فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ جیسے عظیم و جلیل صحابی اور خلیفہ راشد کے فتویٰ اور مجمع علیہ فیصلہ کو بھی رد کرتے اور اپنے شیعہ بھائیوں کو تقویت پہنچاتے ہوئے یہ لوگ بڑے دھڑلے سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) بدعت بدعت ہے اگرچہ عمر بھی کیوں نہ اس کا مرتکب ہو۔ نیز ان کے مذہب کے ایک بانی پیشوا مولانا نواب حسن صدیق حسن خان صاحب بھوپالی کے صاحبزادے جناب مولانا نواب نور الحسن خان صاحب بھوپالی نے اپنی کتاب عرف الجاوی فارسی ص ۳۸ طبع مطبع صدیقی بھوپال مطبوعہ ۱۳۰۱ھ) میں لکھا ہے "قول صحابی حجت نباشد" یعنی کسی صحابی کا قول حجت نہیں۔ نیز اسی میں (ص ۸۰ پر) ہے۔ "حجت باثار صحابہ قائم نیست و نہ احدے را اوتعالیٰ از عباد خود بایں آثار متعبد ساختہ" یعنی صحابہ کے اقوال و افعال اور ان کے فتوے کچھ حجت نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو ان کا پابند کیا ہے۔ اسی طرح اس کے (ص ۱۱۲) پر بھی ہے بلکہ خود مولانا بھی اپنے اس مضمون میں کئی بار اس کا اظہار کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "ہم صرف قرآن اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں" ملخصا"۔ ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۱) یعنی صحابہ کرام وغیرہم کے اقوال و افعال ان کے نزدیک کچھ حجت اور لائق عمل نہیں۔

حیرت ہے کہ جس چیز کو مولانا خود حجت نہیں سمجھتے اسے وہ ہم پر زبردستی دلیل بنا کر کس بنا پر ٹھونس رہے ہیں۔ سچ ہے۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

اور خود مولانا ہی کے اسی رسالہ (الدعوۃ جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۵ مجریہ مئی ۱۹۹۳ء) میں ہے، انہی کے ایک ہم مسلک مولانا نے لکھا ہے "جھوٹے شخص کا حافظہ خراب ہوتا ہے اور وہ اپنی باتوں کی خود تردید کر دیتا ہے" ملاحظہ ہو (ص ۴۷) زندہ باد۔

ثانیا" اتنے بڑے عظیم اور اہم مسئلہ کے لئے مولانا کو قرآن کی آیت کیوں نہیں ملی اور اس بارے میں وہ بخاری کی کسی حدیث کے حاصل کرنے میں کیوں کامیاب نہیں ہو سکے اور اس کے لئے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے بے جا تعصب رکھنے والے اور آپ کے کٹر مخالف، اہل سنت احناف اور فقہ حنفی کے جانی دشمن مولانا خطیب کی ایک غیر معروف اور غیر متداول کتاب سے کیسے ان کا کام چل گیا جب کہ دوسرے ہر

چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کے بارے میں بھی محض سنی حنفی عوام کو تنگ کرنے کی غرض سے یہ لوگ بخاری ہی کی حدیث کا مطالبہ کیا کرتے ہیں اور اس وقت انہیں بخاری کے سوا کسی اور کتاب کا گویا نام نہیں آتا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ثالثاً برتقدیر تسلیم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں لفظ "اہلحدیث" کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے تابعین سے فرما رہے ہیں کہ ہمارے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین مقدسہ کے محافظ و امین اور انہیں آگے پہنچانے والے تم ہو۔ (جس سے ہمیں بھی انکار نہیں) لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں اور نہ ہی یہ اس کے کسی لفظ کا ترجمہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام، موجودہ غیر مقلدین کی طرح بطور فرقہ خود کو اہل حدیث کہلاتے تھے۔ اگر اس کا یہی معنی کیا جائے تو ان کے اس قول کا مفہوم یہ بنے گا کہ اے ہمارے تابعیو! فی الحال تم اہلحدیث نہیں ہو بلکہ فی الحال تم اس مذہب سے خارج ہو لیکن جب ہم اس دنیا سے رحلت کر جائیں گے تو پھر تم اہلحدیث بن جاؤ گے۔ یا یہ معنی بنے گا کہ ہم تو اہلحدیث نہیں ہیں البتہ تم ضرور اہلحدیث ہو کیونکہ برتقدیر تسلیم ان کے لفظ ہیں " انکم .... اہل الحدیث بعدنا" یہ اگر گوارہ ہے تو مولانا اس کی تصدیق فرما دیں۔

خلاصہ یہ کہ قرآئن صحیحہ دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کی روشنی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خود کو بطور فرقہ "اہلحدیث" کہلاتے تھے جیسا کہ مولانا نے غلط فہمی سے سمجھا ہے یا عمداً" مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

ایک اور خیانت: اس ضمن میں مولانا نے ایک خیانت یہ بھی کی ہے کہ انہوں نے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس میں قطع و برید کر کے اس کا محض اپنا من مانا جملہ نقل کیا ہے، چنانچہ موطا مالک (کے باب اور صفحہ کی نشاندہی کے بغیر اس) کے حوالہ سے انہوں نے لکھا ہے کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما" میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۱)

حالانکہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ اس کے آخر میں یہ لفظ بھی ہیں "کتاب اللہ و سنتہ نبیہ" یعنی ان دو چیزوں میں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری چیز اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ملاحظہ ہو (موطا مالک عربی ص ۲۰۷ طبع کراچی) نیز یہ حدیث سنن دارمی کے مقدمہ (باب نمبر۱۶- ۱۹) اور مسند طیالسی (حدیث نمبر۶۷) میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (مفتاح کنوز السنہ)

مگر مولانا اسے صاف اڑا گئے جس میں شاید ایک مصلحت یہ کار فرما تھی کہ اگر وہ اسے پورا نقل کر دیتے تو حدیث کے یہ لفظ ان کے نام کے بناوٹی ہونے کی دلیل بن جاتے اور پھر انہیں خود کو "اہلحدیث" کہلانے کی بجائے "اہل کتاب" یا "اہل سنت" کہلانا پڑتا ورنہ کیا حدیث کا اکثر حصہ نقل کر لینے کے بعد صرف دو تین لفظوں کے نقل کرنے سے ان کا قلم گھستا تھا جب کہ ان لفظوں کا ترجمہ بھی وہ نہیں لائے کہ اسے سہو قلم یا مس پرنٹنگ کہا جا سکے۔ جس سے یہ امر بھی ایک بار پھر واضح ہو گیا کہ مولانا اپنے اس بلند بانگ دعوئی میں بالکل سچے نہیں ہیں کہ وہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو مانتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ محض انہی آیات اور صرف انہی احادیث کو مانتے ہیں جو ان کے مفروضہ خیالات پر پوری اترتی ہوں۔ اسی لئے وہ وقت ضرورت انہیں رد کرنے یا ان میں قطع و برید کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں فرماتے۔ فیاللعجب

نوٹ: ایک روایت میں یہ بھی ہے (جس کا اردو خلاصہ اس طرح ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ان سے ہمیشہ وابسطہ رہنا جن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری اہم چیز میرے اہل بیت ہیں۔ ملاحظہ ہو (صحیح مسلم، مشکوۃ عربی طبع قدیمی کتب خانہ کراچی وغیرھما

دیانت داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولانا مقام کی مناسبت سے اس کو بھی ذکر فرماتے

اور ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا ہے جس کی وجہ شاید یہ ہو گی کہ اسے نقل کرنے کی صورت میں انہیں یزید پلید کے مقابلہ میں اہل بیت نبوت کے چشم و چراغ حضرت سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو برحق تسلیم کرنا پڑتا تھا جو کہ مولانا کے نظریہ کے قطعاً" خلاف ہے کیونکہ ان کے کثیر التعداد مولانا حضرات' رسوائے زمانہ کتاب "رشید ابن رشید" میں یزید ہی کے حق میں فیصلہ دے کر خارجیوں کی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ باغی اور (خاک بدہن الیشان) انہیں مفسد قرار دے چکے ہیں۔

مسئلہ تقلید: رہا مولانا (اور ان کے ہمنواؤں) کا یہ کہنا کہ وہ اہلحدیث اس معنی میں ہیں کہ وہ صرف قرآن و حدیث ہی پر عمل کرتے ہیں اور ان کا معنی بھی وہ براہ راست خود ہی کرتے ہیں اس میں وہ نہ تو کسی کی تقلید کرتے ہیں اور نہ ہی وہ اسے جائز سمجھتے ہیں جب کہ مقلدین اس کے برعکس قرآن و حدیث کا خود معنی کرنے کی بجائے کسی نہ کسی کی تقلید کرتے ہیں پس ان میں اور مقلدین میں وجہ فرق یہی امر ہے۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ تمام صحابہ و تابعین اور فقہا و محدثین بھی اسی معنی میں اہلحدیث تھے۔ ملخصاً" ملاحظہ ہو (الدعوۃ ۳۱)
تو یہ قطعاً" بے بنیاد اور بالکل خلاف واقعہ ہے کیونکہ ......

اولاً" ہم گزشتہ سطور میں مدلل لکھ آئے ہیں کہ موجودہ دور کے خود کو اہلحدیث کہلانے والے (غیر مقلدین) قرآن کی ہر آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث کو ہرگز نہیں مانتے بلکہ وہ صرف اسی آیت اور صرف اسی حدیث کو مانتے ہیں جو ان کے زعم کے مطابق ان کے مفروضہ خیالات پر پوری اترتی ہو۔ پس قرآن و حدیث پر عمل کے دعویٰ کی آڑ میں ان کا خود کو اہلحدیث کہلانا ہی سرے سے خلاف واقعہ ہے۔

ثانیاً" "اہلحدیث" کے لفظ اپنے حقیقی استعمال کے اعتبار سے کسی مجتہد امام کی تقلید کے قطعاً" منافی نہیں اسے ائمہ کرام کی تقلید کا قائل نہ ہونے کے معنی میں لینا ہندوستان کی پیداوار ہے جسے کم و بیش صرف سو سال ہوئے ہیں' ورنہ ہر دور میں جتنے

غیر مجتہد مسلمان گزرے ہیں خواہ وہ صحابہ و تابعین کرام ہوں یا دیگر فقہاء و محدثین' وہ سب کے سب کسی نہ کسی معتمد مجتہد عالم دین کی تقلید کرتے تھے جس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کے تمام افراد اپنی ضرورت کے تمام مسائل براہ راست قرآن و سنت سے خود استنباط کر کے ان پر عمل کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں جب کہ قرآن و سنت پر عمل کرنا ہر مکلف مسلمان پر فرض ہے۔ پس یہ تو ہو نہیں سکتا کہ وہ استنباط کی اہلیت نہ ہونے کے باعث قرآن و سنت پر سرے سے عمل ہی نہ کرتے ہوں۔ لہٰذا یہ ماننا لازم ہوا کہ وہ کسی نہ کسی بڑے عالم (مجتہد) کی پیروی اور اس کی تقلید ہی میں ان پر عمل پیرا تھے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

اور بعض اسلاف کا خود کو اہلحدیث کہلانا اس بناء پر قطعاً" نہیں تھا کہ وہ موجودہ غیر مقلدین کی طرح کسی مجتہد کی تقلید کو ناجائز حرام اور شرک سمجھتے یا ان لفظوں کو وہ ایک فرقہ کا نام ہونے کے طور پر استعمال کرتے تھے (جو اس کا مدعی ہو وہ اس کی دلیل پیش کرے) بلکہ ان کا خود کو اہلحدیث کہلانا حدیث کے علوم و فنون میں شغف رکھنے کی بناء پر تھا پس ان کے حق میں اہلحدیث کے لفظ محدث کے لفظ کے مترادف اور اس کے ہم معنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے غیر مجتہد محدثین گزرے ہیں وہ کسی نہ کسی مجتہد اور فقیہ امام کی تقلید کرتے تھے جیسے امام مسلم' امام ابو داؤد' امام نسائی' امام ترمذی' امام ابن ماجہ' امام طحاوی اور ایک قول کے مطابق امام بخاری بھی۔ ان کے مجتہد نہ ہونے کی صورت میں۔ اسی طرح امام المحدثین یحیی بن سعید القطان' شیخ المحدثین امام وکیع امیر المومنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارک اور امام الجرح و التعدیل امام یحیی بن معین (یہ چاروں حضرات) بھی محدثین کے طبقہ سے تعلق رکھنے کے باوجود فقہ میں نہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے پیروکار تھے بلکہ آپ کی تقلید کو اپنے لئے سعادت اور باعث فخر سمجھتے تھے' بلکہ اس مسئلہ میں مذہب کی بھی کوئی تخصیص نہیں' جو بھی اس فن میں شغف رکھتا اسے اس کی نسبت سے محدث اور اہلحدیث کہا جاتا تھا' اس لئے بعض وہ معتزلہ اور شیعہ بھی خود کو اہلحدیث اور محدث کہلاتے تھے جن کا مشغلہ اس علم کا پڑھنا پڑھانا تھا (جو علم اسماء الرجال کے کسی خادم پر مخفی نہیں) اس کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے

صاحبزادگان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب) نیز حضرت علامہ شیخ عبدالحق صاحب رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کو محدثین دہلوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے حالانکہ یہ سب حضرات فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مقلد (اور حنفی) تھے۔

خلاصہ یہ کہ کسی غیر مجتہد کے لئے اہلحدیث اور محدث کے الفاظ اس کے حق میں اس کے کسی مجتہد امام کے مقلد نہ ہونے کی ہرگز دلیل نہیں اور ان لفظوں کو قطعاً ترک تقلید کے معنی میں ہونے کی سلف میں کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ یہ معنی زمانہ حال کے غیر مقلدین کی ایجاد و اختراع ہندوستان کی پیداوار اور بدعت مذمومہ ہے اور مولانا کا حضرات صحابہ کرام تابعین عظام اور محدثین و فقہاء اسلام کو اس معنی میں اہلحدیث بنانا ان کا ان نفوس قدسیہ پر سخت بہتان، بہت بڑا افتراء اور ایسا جھوٹ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

ثالثاً: مولانا کا اپنے لئے براہ راست خود قرآن و حدیث کا معنی کر کے ان پر عمل کرنے کو اپنے غیر مقلد نہ ہونے کی دلیل بنانا بھی درست نہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن انہیں ڈائریکٹ، خدا سے نہیں ملا اور نہ ہی احادیث انہیں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہیں بلکہ یہ سب کچھ واسطہ در واسطہ گذشتہ مسلمانوں ہی کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس لئے لامحالہ وہ ان محدثین اور قرآن کے قاریوں اور قرآن و حدیث کے راویوں کے مقلد ہوئے جن کے ذریعہ قرآن و حدیث کے الفاظ ان تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح قرآن و حدیث کا جو وہ ترجمہ کرتے ہیں اس کا انہیں براہ راست الہام تو نہیں ہوتا بلکہ وہ ائمہ لغت کا سہارا لے کر اور ان کی مرتب کردہ ڈکشنریوں ہی کے ذریعہ ان کا معنی کرتے ہیں جس سے وہ ان ائمہ لغت پر اعتماد کر کے ان کے مقلد قرار پائے۔ پس وہ کیسے کہتے ہیں کہ وہ قرآن و حدیث کا معنی کرنے میں کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ پھر یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ قرآن و حدیث کے الفاظ بیان کرنے والے راویوں، اسی طرح عربی الفاظ کے معنی متعین کرنے والے لغویوں کی تقلید تو عین اسلام ہو مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ مجتہدین کی تقلید ناجائز، حرام بلکہ شرک ہو؟ کیا ان دونوں میں وجہ فرق بیان کرنے والی

کوئی ایسی آیت یا ایسی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس میں قرآن و حدیث کے راویوں کی تقلید کو فرض اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کو شرک قرار دیا گیا ہو؟ اور کوئی ایسی واضح آیت یا حدیث ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ فلاں راوی کی بیان کردہ روایت پر ضرور ایمان رکھنا اور فلاں لغوی کے بیان کردہ معنی کو ضرور مان لینا کیونکہ وہ ہمارے نمائندے ہیں؟ پھر وہ آیت اور حدیث بھی تمہیں صرف وہی مفید ہو گی جو کسی راوی اور محدث کے توسط کے بغیر ہو۔ ورنہ ان کی تقلید لازم آ جائے گی جو تمہارے نزدیک شرک ہے پھر شرک کے ذریعہ شرک کی تردید کیسے کرو گے۔

مسئلہ تقلید کی مزید توضیح تقلید کے بارے میں اس سے قبل فقیر، ایک سائل کے سوال کے جواب میں ایک مختصر اور جامع بحث لکھ چکا ہے تعصب سے ہٹ کر جس کے مطالعہ سے اس مسئلہ کے متعلق پائے جانے والے تقریباً تمام بنیادی شبہات کا بفضلہ تعالیٰ ازالہ ہو جاتا ہے جو اس مقام کی مناسبت سے مسئلہ ہذا کی مزید وضاحت کی غرض سے تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ اپنے قارئین کی خدمت ہدیہ کرتا ہوں۔ فاقول و باللہ التوفیق

فلسفہ تقلید: شرعی احکام پر عمل پیرا ہونا ہر مکلف مسلمان پر فرض ہے جس کی دلیل وہ تمام آیات اور احادیث بھی ہیں جن میں ہر مرحلہ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے جو کسی باشعور مسلمان پر کسی طرح مخفی نہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جو شخص بے علم ہو اسے کسی معتمد اہل علم سے دریافت کر کے ہی شرعی احکام پر عمل کرنا ممکن ہے کیونکہ وہ خود قرآن و حدیث سے اپنی ضرورت کے مسائل کا حل نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جدید اصطلاح میں اسی کا نام تقلید ہے یعنی کسی معتمد اہل علم مجتہد کے علم و فضل پر اعتماد کر کے اس کے بیان کردہ شرعی احکام پر مزید کسی دلیل کو پوچھے بغیر عمل کرنا۔ پس مطلق تقلید فرض ہوئی لہٰذا اسے شرک کہنا، فرض کو شرک یا شرک کو فرض قرار دینے کے مترادف ہے جو خود شرک ہے۔

تقلید کو شرک کہنا صحیح نہیں: علاوہ ازیں اس تقلید کو شرک کہنا اس لئے بھی

غلط ۔ اس پر شرک کی تعریف صادق نہیں آتی کیونکہ اسلام کی اصطلاح میں شرک یہ ہے کہ کسی غیر خدا کو خدا مانا جائے بایں طور کہ اسے واجب الوجود یا مستحق عبادت یا خدا جل مجدہ کی کسی صفت میں اسے شریک سمجھا جائے جب کہ کسی غیر خدا کو واجب الوجود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ازلی و ابدی مانا جائے یعنی اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اس طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ نہ تو وہ کبھی معدوم تھا اور نہ ہی اس پر کبھی فنا طاری ہو گا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ دو خدا مانتے ہیں ایک خالق خیر' دوسرا خالق شر۔ جن کو وہ اہرمن اور یزدان کا نام دیتے اور ہمارے بیان کردہ اس معنی میں وہ انہیں واجب الوجود مانتے ہیں۔ اور کسی غیر خدا کو مستحق عبادت اور خدا کی کسی صفت میں شریک سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اسے صاحب کمال مان کر اسے اس کے کمال میں خدا کا محتاج نہ سمجھے۔ اس کے بارے میں یہی عقیدہ رکھ کر اس کا کوئی کہنا ماننا اور اس کی تعظیم کرنا اس کی عبادت ہے جیسا کہ مشرکین عرب اور بت پرستوں کا اپنے بتوں کے متعلق عقیدہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ عوام مسلمین اور غیر مجتہدین کے لئے ائمہ دین اور مجتہدین اسلام کی تقلید کو شرک کہنا ہرگز درست نہیں بلکہ قطعاً" غلط نہایت درجہ بے جا' سراسر ظلم و زیادتی اور دین اسلام کے مٹانے کی ناپاک سازش ہے۔

رد دلائل غیر مقلدین: تقلید ائمہ کے خلاف غیر مقلدین کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اسے شرک اور ناجائز اس لئے کہتے ہیں کہ ......

(۱) کسی کی تقلید کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس کی تقلید کی جا رہی ہے وہ اپنی طرف سے جس چیز کو حلال یا حرام قرار دے دے تو مقلد اسے محض بلا دلیل آنکھیں بند کر کے حلال یا حرام مان لیتا ہے حالانکہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے یا پھر یہ رسول کا منصب ہے پس کسی کی تقلید کرنا گویا اسے خدا اور رسول ماننا ہے لہٰذا تقلید شرک فی الالوھیتہ اور شرک فی الرسالتہ ہے۔

(۲) علاوہ ازیں مقلد ہر بات میں اپنے امام ہی کے قول کو اپنی دلیل سمجھتا اور اسے ہی فوقیت دیتا ہے اگرچہ اس کا کوئی قول قرآن یا حدیث کے خلاف بھی کیوں نہ ہو۔

(۳) نیز مقلد بالالتزام چار اماموں میں سے کسی ایک ہی معین امام کی تقلید کرتا ہے

کسی دوسرے کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتا اور ہدایت کو ان چاروں میں بند تصور کرتا ہے۔

(۴) اس کے علاوہ شریعت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر مقلد خود کو "محمدی) کہلانے کی بجائے حنفی شافعی' مالکی اور حنبلی کہلاتا ہے جو درست نہیں۔

(۵) مقلدین جن اماموں کی تقلید کرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی معصوم نہیں' عین ممکن ہے کہ ان کے بیان کردہ مسائل میں ان سے خطاء واقع ہو گئی ہو پس ایسا کیوں نہ ہو کہ کسی اور کی بجائے صرف اس ہستی پاک کی اتباع کی جائے جو ہر غلطی اور ہر خطا سے پاک ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ہوتے ہوئے کسی اور کے قول و فعل کی ضرورت ہی کیا ہے؟

(۶) تقلید کا رواج دوسری صدی ہجری کے بعد شروع ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے کوئی مسلمان بھی حنفی' شافعی یا مالکی اور حنبلی نہیں کہلاتا تھا پس تقلید بدعت بھی ہوئی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان چاروں میں سے کسی کی تقلید پر نجات کا دارومدار بھی نہیں ورنہ اس سے پہلے کے تمام مسلمان غیر ناجی قرار پائیں گے۔

(۷) اگر تقلید کرنی ہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ کسی صحابی کی تقلید کر کے خود کو اس سے منسوب کرنے کی بجائے بعد کے لوگوں کی تقلید کی جاتی اور خود کو ان سے منسوب کیا جاتا ہے۔

(۸) نیز کیا ان ائمہ میں سے کسی نے یہ فرمایا تھا کہ تم میری تقلید کرو۔ بلکہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے اس کے برخلاف مروی ہے چنانچہ امام اعظم کا مشہور قول ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر میرا قول کسی صحیح حدیث سے ٹکرا جائے تو اسے رد کر کے حدیث کو مان لینا یعنی میری تقلید نہ کرنا۔ اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا تھا لا تقلدنی یعنی میری تقلید مت کیجئے گا۔

(نمبروار ہر شق کا جواب حسب ذیل ہے)

امر اول کا جواب (تقلید کے مفہوم میں مغالطہ کا رد)۔

معترض نے تقلید کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لوگوں کو سخت مغالطہ دینے کی کوشش کی

ہے جس کا ہمارے مسلک کی کسی مستند کتب میں کوئی نشان پتہ نہیں ملتا' ہمارے نزدیک تقلید کا مفہوم صرف یہ ہے (جیسا کہ گذشتہ سطور میں ابھی گزر چکا ہے) کہ جس شخص کو بے علم یا کم علم ہونے کی وجہ سے براہ راست دلائل شرعیہ سے اپنی ضرورت کے مسائل خود حل کر کے ان پر عمل کرنے کی صلاحیت اور استعداد نہ ہو وہ چونکہ اس صورت میں بھی احکام شرعیہ کا پابند ہے۔ اس لئے (اسے اس صورت میں بھی ان احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی چھوٹ نہیں ہے بلکہ) قرآن و سنت کی رو سے اس پر فرض ہے کہ وہ کسی ایسے معتمد' کامل العلم' متقی اور پرہیزگار عالم دین کی (جو درجہ اجتہاد پر پہنچ چکا ہو اور اسے دلائل شرعیہ سے براہ راست احکام کے استنباط کا ملکہ حاصل ہو) اس کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے شرعی دلائل کی روشنی میں بیان کردہ احکام پر عمل کرے۔ جس سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مجتہد' محض دلائل شرعیہ میں وارد حلال و حرام کا بیان کرنے والا ہوتا ہے' کسی چیز کو معاذ اللہ اپنی طرف سے حلال یا حرام قرار دینے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی سنی مقلد کا اپنے کسی امام مجتہد کے بارے میں یہ نظریہ ہے جیسا کہ معترض نے کذب بیانی کی ہے۔

پھر یہ اعتراض تو خود غیر مقلدین پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی تو اپنے علماء سے پوچھ کر عمل کرتے اور ان کی تقلید کرتے ہیں پس اگر کسی کی تقلید کرنا مطلقاً" اسے خدا اور رسول ماننا اور وہ شرک فی الالوھیۃ اور شرک فی الرسالۃ ہے تو سب سے بڑھ کر بڑے مشرک خود یہ غیر مقلد ہی ہیں جو ایک امر کو شرک قرار دے کر اسے خود اپناتے اور ائمہ اسلام پر اعتماد کرنے کی بجائے اپنے ان خواہشات نفس کے غلام مولویوں کی تقلید کرتے ہیں جنہیں قرآن و حدیث تو کجا ہمارے ائمہ کرام بلکہ ان کے مقلد علماء کا کلام سمجھنے کی بھی کچھ لیاقت نہیں۔

بلا دلیل ماننے کا جواب: رہا یہ کہ مقلد اپنے امام کا قول اس سے بلا دلیل قبول کر لیتے ہیں جو جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دلیل سے مراد اگر تفصیلی دلیل ہے یعنی ہر مسئلہ کا ماخذ کہ کون سا مسئلہ کس آیت یا کس حدیث سے ثابت ہے؟ تو اس کے سمجھنے کی خصوصاً" بے علم اور کم علم قسم کے لوگوں میں کچھ صلاحیت نہیں ہوتی پس ان کے سامنے کسی دلیل کے بیان کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟ اس کے آگے اس کا

ذکر کرنا تو بھینس کے آگے مرلی بجانے کے مترادف ہے۔

اور اگر اس سے مراد اجمالی دلیل ہے تو وہ خود وہی مجتہد ہے جو مسئلہ بیان کر رہا ہے جس کی دلیل وہ تمام آیات اور احادیث ہیں جن میں بے علموں اور کم علموں کو علماء سے پوچھ کر عمل کرنے اور علماء پر اعتماد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حیث قال تعالی فاسئلو اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون' و قال صلی اللہ علیہ وسلم انما شفاء العی السوال۔

پس مجتہد سے تفصیلی دلیل کے طلب کئے بغیر اس سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرنا قطعاً" درست اور غیر مجتہد پر لازم ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو اس کا جواب وہ خود غیر مقلدین بھی ہیں کیونکہ ان کے علماء بھی تو جب کوئی مسئلہ بیان کرتے ہیں تو ان کے عوام اسے بلا دلیل قبول کر لیتے ہیں جن کے آگے دلیل کا ذکر کرنا نہ کرنا برابر ہے کیونکہ جاہل ہونے کی وجہ سے ان میں اتنی تمیز ہی نہیں کہ وہ کسی مسئلہ کی کسی دلیل کو سمجھ سکیں۔

رد مغالطہ: پھر یہ بھی غیر مقلدین کا مغالطہ ہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا' رسول کا منصب ہے کیونکہ حقیقت میں ان کا نظریہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسا عقیدہ رکھنا شرک و کفر ہے۔ چنانچہ ان کے مذہب کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان (ص ۸۲ طبع اہلحدیث اکادمی لاہور بزعم خود شرکیہ عقائد کے بیان) میں ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (یہاں تقویۃ الایمان کے غیر مقلد وہابی مولف کو توہین کا بھوت سوار ہونے کی وجہ سے یہ توفیق بھی نہیں مل سکی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسماء طیبہ کے ساتھ القاب و آداب اور درود و سلام اور ترضی و ترحم کے لفظ لکھتا۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے ؟

امر دوم کا جواب: ہمارے اس سابقہ بیان سے غیر مقلدین کے اس قول کا جھوٹ اور افتراء ہونا بھی واضح ہو گیا کہ مقلدین محض اپنے امام کے اقوال کو اس طرح سے لیل سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف قرآن و حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے سنی مقلدین

میں سے کوئی بھی اپنے کسی امام کے بارے میں اس قسم کا نظریہ نہیں رکھتا۔ ہاں البتہ ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ مقررہ شرعی اصول و قواعد کی روشنی میں ہمارے امام کا کوئی قول' قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلم صحیح حدیث کے خلاف ثابت نہیں جو ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور جن لوگوں نے امام اعظم کے بعض اقوال کو جو بعض آیات اور بعض احادیث کے خلاف قرار دیا ہے تو یہ ان کے آپ سے تعصب یا ان کی ناسمجھی اور غلط فہمی پر مبنی ہے جس کی تفصیل اس موضوع پر لکھی گئی ہمارے علماء کی تصانیف میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ وللہ الحمد

امر سوم کا جواب: رہا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک معین امام کی تقلید کرنا اور ہدایت کو ان چاروں میں دائر سمجھنا؟ تو یہ اس لئے نہیں کہ ہم ان کے علاوہ کسی اور امام مجتہد کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے یا ان کے علاوہ کسی اور کو مجتہد ہی نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک ہزاروں مجتہد گزرے ہیں جن میں سے جس کی تقلید کی جائے درست ہے جب کہ چار کی تخصیص محض اس وجہ سے ہے کہ سلف صالحین میں سے صرف انہی چار کی بیان کردہ قرآن و سنت کی تشریحات مدون اور محفوظ ہیں۔اور بھی کسی مجتہد اسلام کی ایسی تشریحات محفوظ ہوتیں تو اس کی تقلید بھی جائز ہوتی' پھر چونکہ یہ چاروں ائمہ بالخصوص امام اعظم علیہ الرحمتہ اس بابرکت زمانہ کے ہیں جس پر خیر کا غلبہ تھا اور جس کے قابل اعتماد ہونے کی گواہی خود زبان رسالت نے دی (حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون قرنی (الی) ثم یفشو الکذب) پس ان کی بیان کردہ تشریحات اور قرآن و سنت سے اخذ کردہ ان کے مسائل یقیناً" بالخصوص زمانہ حال کے لوگوں کی تحقیقات پر فوقیت اور ترجیح رکھتے ہیں۔ جب کہ زمانہ حال کی اکثریت پر نفسانیت کا غلبہ ہے جس کے باعث وہ دیانت داری سے کام لیتے ہوئے قرآن و سنت کی تشریح کرنے کی بجائے انہیں محض اپنے مفروضہ خیالات پر منطبق کرنے کی کوشش میں ہے۔ اس لئے عوام مسلمین کو گمراہی سے بچانے کی غرض سے ان چاروں میں سے کسی ایک کی پیروی کو لازم قرار دیا گیا جو ایک محمود اور قابل تعریف امر ہے اور ان میں سے کسی ایک معین کی تقلید کو ضروری قرار دینا محض "تلفیق" سے بچنے کے لئے ہے۔ باقی ایسا الزام ہمارے نزدیک قطعاً" جائز نہیں کہ ہم کسی صورت میں بھی حنفی سے

مالکی وغیرہ بننے یا ان میں سے کسی کی تقلید کرنے کو ناجائز سمجھتے ہوں بلکہ ہمارے نزدیک عند الضرور حنفی کو مثلاً" امام مالک علیہ الرحمتہ کے قول پر عمل کرنا جائز ہے (کما صرح العلماء من المسالک الاربعہ فی تصانیفھم الجلیلہ)

امر چہارم کا جواب: رہا حنفی شافعی وغیرہما کہلانا؟ تو یہ "محمدی" ہونے کے قطعاً" منافی نہیں کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن و حدیث کے الفاظ ہوں یا ان کے معانی و مطالب اور تشریحات' یہ سب ہمیں واسطہ در واسطہ حضرات سلف صالحین کے توسط سے ملے ہیں' پس یہ نسبتیں محض ان کے ہم تک دین پہنچانے کے باعث ہیں مثلاً فقہ حنفی و شافعی کہنے کا معنی یہ ہے کہ قرآن و سنت کا وہ خلاصہ اور ان کی وہ تشریح جو ہم تک امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہما کے ذریعہ پہنچی' اور حنفی شافعی کہلانے کا معنی یہ ہے کہ سلف صالحین کا وہ پیروکار جو قرآن و سنت کی اس تشریح پر عمل کرتا ہو جو اسے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہما کے واسطہ سے موصول ہوئی۔ اس کا یہ معنی قطعاً" نہیں کہ معاذ اللہ امام اعظم یا امام شافعی نے اپنی طرف سے کوئی نیا دین بنا کر پیش کیا ہے یا ان کے پیروکار اس معنی میں خود کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ اس کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو خود غیر مقلد بھی محدثین سے منسوب کر کے انہیں بخاری و مسلم وغیرھم کی حدیثیں کہا کرتے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں ان ائمہ نے کتابی شکل میں مدون اور جمع فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہیں ان ائمہ نے اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے پس اس قسم کی نسبتوں کا جواز اصولاً" متفق علیہ ہوا اور ثابت ہو گیا کہ جس طرح الفاظ حدیث کو محدثین سے منسوب کر کے انہیں بخاری مسلم کی حدیثیں کہنے سے ان کے محمدی ہونے کا انکار لازم نہیں آتا' اسی طرح قرآن و سنت کے معانی و مطالب کو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہما سے منسوب کر کے انہیں حنفی یا شافعی کہنا بھی قطعاً" ان کے محمدی نہ ہونے کی دلیل نہیں۔

پس بحمد اللہ ہم محمدی تھے' ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے مگر غیر مقلدین نہ محمدی تھے نہ ہیں نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ۔

اولاً": وہ سلف صالحین سے ہٹ کر قرآن و حدیث کے اپنے مذعوم اور خود ساختہ

معنی پر عمل کرتے ہیں۔

ثانیاً": ان کے قاعدہ کے مطابق خود کو "محمدی" کہلانا بدعت ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب امر کا واضح طور پر قرآن و حدیث میں حکم نہ ہو وہ بدعت مذمومہ اور گمراہ ہوتا ہے جب کہ صراحتہ اس لفظ کا ثبوت قرآن کی کسی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں موجود نہیں پس یہ ان کے اصول کی رو سے بدعت اور ضلالت ہوا۔ لہٰذا وہ اپنے ہی اصول کی روشنی میں خود محمدی کہلائیں تو بھی عذاب میں ہیں نہ کہلائیں تو بھی ان کے لئے مصیبت ہے۔

امر پنجم کا جواب: ہمارے سابقہ بیان (یعنی امر اول کے جواب کی رو) سے غیر مقلدین کے اس مغالطہ کا بھی رد ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ ائمہ کرام رحمہم اللہ اجمعین (جن کی پیروی کی جاتی ہے ان) میں سے کوئی بھی معصوم نہیں۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ ان کے بیان کردہ مسائل میں ان سے خطا واقع ہو گئی ہو' اس لئے ان کی بجائے کیوں نہ ایسی ہستی کی اتباع کی جائے جو ہر خطا سے پاک ہے اور وہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ......

اولاً": یہ اعتراض خود غیر مقلدین پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی تو اپنے علماء کے بتائے ہوئے مسائل پر عمل کرتے (اور ان کی تقلید کرتے) ہیں جو نہ صرف غیر معصوم بلکہ خطا کے پتلے بلکہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ بھی ہیں جیسا کہ اس کا ثبوت گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

ثانیاً": احتمال خطا کا بہانہ بنا کر تقلید سے روکنے کا مقصد یہ ہو گا کہ سرے سے کوئی شخص شرعی احکام پر عمل ہی نہ کرے کیونکہ براہ راست وہ احکام تو صرف حضرات صحابہ کرام ہی کو موصول ہوئے ہیں۔ باقی سب کو واسطہ در واسطہ علماء کی تقلید ہی سے ملے ہیں۔ پس اس احتمال کی آڑ میں تقلید کا انکار کرنا خود دین سے ہاتھ دھونا ہوا جو صرف حضرات غیر مقلدین ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔

ثالثاً": مگر ہمارے ائمہ کرام کے بیان کردہ مسائل پر (ان کے اصول کی رو سے)

احتمال خطا کا شبہ وارد کرنا قطعاً" درست نہیں کیونکہ کم و بیش تیرہ سو برس سے ان پر ہر دور کے بلند پایہ منصف مزاج قسم کے علمائے اسلام قرآن و سنت کی روشنی میں تنقیدی نظر فرما کر ان کے درست ہونے کی گواہی دیتے چلے آ رہے ہیں جس کے بعد کسی قسم کی خطا کے احتمال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ البتہ غیر مقلدین علماء کے بیان کردہ مسائل سو فیصد احتمال خطا رکھتے ہیں کیونکہ انہیں یہ سعادت حاصل نہیں جب کہ ان کے قرآن و سنت کے سمجھنے کے کوئی اصول بھی نہیں ہیں۔

رابعاً": علاوہ ازیں حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الخطاء کہنا بھی ان کے اصل عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کا اصل نظریہ یہ ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف خطا کا صدور ممکن ہے بلکہ واقع بھی ہے جیسا کہ وہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دلائل قائم کرتے ہوئے واقعہ اساری بدر اور قصہ طعمہ بن ابیرق کے حوالہ سے نہایت ہی غیر مبہم الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو مبنی بر خطا قرار دیا کرتے ہیں۔ بلکہ سورہ فتح کی آیت نمبر۲ کے ترجمہ میں انہوں نے حضور ﷺ کے حق میں "گناہ" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (ترجمہ ثنائی اور ترجمہ نذیر غیر مقلد) والعیاذ باللہ تعالیٰ

امر ششم کا جواب: اس کا جواب بھی امر اول کے جواب کے ضمن میں آ چکا ہے۔ مزید عرض ہے کہ اصل تقلید ہر دور میں رہی ہے کیونکہ جو علماء (صحابہ و تابعین و غیرہم) جس علاقہ میں رہتے تھے وہاں کے عوام ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرتے تھے اور یہی تقلید ہے۔ البتہ مسائل دینیہ کو کتابی شکل میں لکھنے کا رواج نہ ہونے کے باعث جب مسرور زمانہ سے باقی سلف صالحین کی بیان کردہ دینی تشریحات آگے نہ چل سکیں اور صرف چار ہی ائمہ کرام کی بیان فرمودہ تشریحات محفوظ رہیں تو انہیں اپنا لیا گیا۔ پس تقلید کو بدعت کہنا ہرگز درست نہیں اور ان چار اساتین اسلام کی تقلید کی تعین سے پہلے کے مسلمان بھی ناجی ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ مجتہد تھے اور جو عوام تھے وہ ان کے مقلد تھے کوئی بھی غیر مجتہد

مسلمان غیر مقلد نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد مسلمان کے لئے تقلید ہی نجات کا دارومدار ہے' کیونکہ قرآن و سنت کا سمجھنا ان کے حق میں اسی پر موقف ہے (و مقدمتہ الواجب واجبہ) اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ غیرمقلدین بقول خود سب ہی دوزخ میں جائیں گے کیونکہ وہ بھی تقلید سے مستغنی نہیں (کما مر مرار")

امر ہفتم کا جواب: اس کا جواب امر چہارم اور امر ششم کے جواب کے ضمن میں آ چکا ہے جن کا مختصر خلاصہ مع زائد یہ ہے کہ کسی بھی صحابی کی بیان کردہ تشریحات' سوائے چند مسائل کے کتابی شکل میں محفوظ و مدون نہیں۔ محفوظ ہوتیں تو انہی کے حوالہ سے ان احکام پر عمل کر کے خود کو ان سے منسوب کیا جاتا' پھر مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید درحقیقت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی اتباع ہے کیونکہ ان میں وہی کچھ ہے جو ان حضرات سے ثابت ہے۔

امر ہشتم کا جواب: اگر ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اپنی حقلید کا حکم نہیں فرمایا تو انہوں نے دینی تشریحات کی حوالے سے کتابیں کیوں لکھیں اور کیوں لکھوائیں اور انہیں عوام تک پہنچانے کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ عوام مسلمین ان پر عمل کر کے ان کی تقلید کریں۔ پھر جب عوام اور غیر مجتہدین کی تقلید کا فرض ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے (کما مر) تو کوئی امام کسی مسلمان کو فرض کی ادائیگی سے کیونکر منع کر سکتا ہے' پس اگر کسی امام نے کسی کو اپنی تقلید سے منع فرمایا ہو تو ان کے اس قول کے مخاطب مجتہد قسم کے علماء ہی ہیں ورنہ ان پر حکم شرعی کی خلاف ورزی کرنا لازم آئے گا جو ان نفوس قدسیہ سے قطعاً متصور نہیں۔

باقی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے قول کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ کے بارے میں تمہیں میرا قول نہ ملے اور اس کے متعلق تمہیں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو بلا جھجک اسی کو اپنا لیجئے گا کیونکہ جو کچھ صحیح حدیث سے ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے یعنی کوئی بھی ایسی صحیح حدیث نہیں جس کے خلاف میں نے کوئی قول کیا ہو (و لہ جوابات اخر لہا مقام اخر)

غیر مقلدین سے سوال

مسئلہ تقلید کے حوالہ سے غیرمقلدین پر ہمارے چند سوال ہیں جن کا ہمیں ان سے قرآن و سنت کے واضح دلائل سے تسلی بخش جواب درکار ہے۔

سوال نمبر1: اگر تقلید شرک ہے تو بتایا جائے کہ ایک مسلمان ان پڑھ ہو یا معمولی پڑھا لکھا ہو مگر اس میں اتنی صلاحیت نہ ہو کہ اپنی ضرورت کے شرعی مسائل' دلائل شرعیہ سے خود نکال کر ان پر عمل کر سکے تو اس کو شریعت مطہرہ کے احکام پر کس طرح عمل پیرا ہونا چاہئے؟ یعنی اس صورت میں اسے احکام شرعیہ پر عمل کرنا معاف ہے یا دوسروں سے پوچھ کر ان پر عمل کرنا اسے فرض ہے؟ چھوٹ تو ظاہر ہے کہ اسے نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے خدا کے فرائض کا پابند ہے اور اگر وہ دوسروں سے پوچھ کر عمل کرے تو اس صورت میں وہ ان کا مقلد قرار پاتا ہے جب کہ تقلید تمہارے نزدیک نہ صرف ناجائز اور حرام بلکہ کفر و شرک ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ دوسروں سے پوچھ کر شرعی احکام پر عمل کرتا ہے تو وہ تمہارے نزدیک مقلد بن جانے کی وجہ سے مشرک اور جہنمی قرار پاتا ہے اور اگر وہ عمل نہیں کرتا تو ترک فرائض کے باعث دوزخی بنتا ہے پس اس کے لئے تمہارے بقول اس گناہ اور کفر و شرک سے بچ کر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی صورت کیا ہے؟ واضح اور صحیح صریح مرفوع حدیث سے اس کا شافی جواب مہیا کیا جائے!!!

سوال نمبر2: جو غیر مقلد ان پڑھ ہیں' وہ شرعی احکام پر کس طرح عمل کریں۔ ظاہر ہے کہ ان پڑھ اور جاہل ہونے کی وجہ سے ان میں اتنی صلاحیت تو ہے نہیں کہ وہ خود قرآن و سنت سے مسائل اخذ کر کے ان پر عمل کر سکیں بلکہ انہیں اتنی بھی استعداد نہیں کہ وہ آیت یا حدیث کے کسی لفظ کا معنی بھی بتا سکیں تو وہ یقیناً اپنے غیر مقلد مولویوں کے فتووں ہی پر اعتماد کر کے ان پر عمل کرتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیرمقلدین کے عوام اپنے مولویوں کے مقلد ہیں' پس جس امر کو انہوں نے ائمہ اسلام کے بارے میں شرک قرار دیا ہے' ان کے حق میں وہ کیسے عین اسلام بن گیا۔

اگر وہ معین اور غیر معین کی تقلید کا فرق کریں تو ذرا یہ بھی بتا دیا جائے کہ اس فرق کی کون سی صریح آیت یا واضح مرفوع صحیح حدیث ہے؟؟؟

سوال نمبر3: جن غیر مقلد علماء نے عوام اور کم پڑھے لکھے مسلمانوں پر علماء مجتہدین کی تقلید کو فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے وہ بھی تمہارے نزدیک مشرک ہیں یا نہیں؟ اگر کہو نہیں تو ہم کیوں مشرک ہیں؟ اور اگر کہو ہاں! تو لکھ دو تا کہ سند رہے اور وقت پر کام آئے اور اس میں یہ بھی بتا دیجئے گا کہ جو ایسے مشرک کو اپنا عالم اور دین کا خادم مانے وہ کس کھاتے کا ہے؟ چنانچہ تمہارے ہی ایک غیرمقلد ذمہ دار عالم لکھا ہے "لا بد للعامی من تقلید العلماء" یعنی جسے قرآن و سنت سے خود مسائل کے اخذ کر کے ان پر عمل کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ علماء کی تقلید کرے ملاحظہ ہو (نزل الابرار جلد ا ص ۷ طبع بنارس، ہدیتہ المہدی عربی جلد ا ص ۱۰۰ طبع دہلی)

غنیہ الطالبین کے حوالوں کا جواب: مولانا نے اپنے اس مضمون کے آخر میں آخری حربہ کے طور پر عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے غنیہ الطالبین نامی کتاب کے حوالہ سے خود کو برحق ثابت کرنے کی غرض سے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ "پیر عبدالقادر جیلانی کا فرمان ہے" "الفرقتہ الناجیتہ ھو اصحب الحدیث" (اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے) "نجات پانے والا فرقہ صرف اہلحدیث ہے" ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۶) مگر یہ بھی مولانا کو کسی طرح مفید نہیں جس کے بعض وجوہ حسب ذیل ہیں۔

وجہ اول: اس عبارت کے مولانا کے مفید مطلب نہ ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مولانا کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک قرآن اور حدیث کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے صحابی کا قول بھی حجت نہیں (جیسا کہ گذشتہ سطور میں باحوالہ گزر چکا ہے) پس حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ان کے لئے دلیل کیونکر بن سکتا ہے جب کہ آپ صحابی تو کجا تابعی بلکہ تبع تابعی بھی نہیں ہیں۔ لہذا مولانا کا اس عبارت کو آپ کا قول ظاہر کر کے اسے اپنے دعوی کی دلیل قرار دینا قطعا" غلط ہے جس کی حیثیت ان کے حق میں "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" سے زائد نہیں۔

وجہ دوم: اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مولانا نے جس کتاب " غنیہ الطالبین " کا حوالہ پیش کیا ہے' اس کے متعلق مشہور تو یہی ہے کہ وہ حضرت کی تصنیف ہے مگر بہت سے محققین علماء کی رائے کے مطابق حضرت سے اس کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ اس میں بے شمار علمی اغلاط اور بکثرت من گھڑت حدیثیں پائی جاتی ہیں جنہیں آپ جیسے امام العلماء الراغبین سے منسوب کرنا نہ صرف نہایت درجہ غلط بلکہ آپ کی شان عالی میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ پس یہی کہنا پڑے گا کہ یا تو وہ واقع میں آپ کی تصنیف نہیں ہے' ہو بھی سہی تو اس میں بکثرت ملاوٹوں کے پائے جانے کے باعث اس کے موجودہ نسخوں کا حکم محرف تورات و انجیل کا سا ہے۔

چنانچہ امام المحدثین حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ہرگز ثابت نہ شد است کہ ایں از تصنیف آنجناب است اگرچہ انتساب باںحضرت شہرت دارد" یعنی اگرچہ مشہور یہ ہے کہ غنیتہ الطالبین حضور غوث پاک کی تصنیف ہے مگر اس کا آپ کی تصنیف ہونا قطعا" کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں۔ ملاحظہ ہو (البراس عربی ص ۴۷۸ حاشیہ ۳ طبع میرٹھ۔ بحوالہ غنیتہ مترجم فارسی)

نیز علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمتہ اپنی شہرہ آفاق کتاب البراس (ص ۴۷۸ طبع میرٹھ) میں غنیتہ الطالبین میں مذکور ایک حدیث کے حوالہ سے ارقام فرماتے ہیں۔

" ولا یغرنک وقوعه فی غنیته الطالبین المنسوبته الی الغوث الاعظم عبدالقادر جیلانی قدس سره العزیز فانسبته غیر صحیحته والاحادیث الموضوعته فیها و اخرة" یعنی کتاب غنیتہ الطالبین جو حضرت غوث اعظم (سیدنا شیخ) عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے منسوب ہے اس میں اس حدیث کے آ جانے میں دھوکہ مت کھائیے گا کیونکہ اس کا آپ کی تصنیف ہونا صحیح ثابت نہیں اور اس میں موضوع و من گھڑت حدیثیں بکثرت پائی جاتی ہیں (جن کا آپ جیسے عالم راسخ سے انتساب قطعا" نادرست ہے) (ا ھ)

اسی طرح علامہ عبدالحئی صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب "الرفع و التکمیل" میں لکھا ہے (البراس ص ۴۷۵ حاشیہ ۳) نیز فاتح قادیانیت' قاطع غیر مقلدیت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات (مقالات مرضیہ

المعروف ملفوظات مہریہ ص ۱۰۵ طبع گولڑہ شریف) میں ہے کہ "علامہ رہاوی حنفی بغدادی نے فرمایا کہ موجودہ غنیۃ الطالبین میں کافی الحاق شدہ عبارات ہیں اور اصل قدیمی نسخہ موجودہ نسخوں کے مقابل تقریبا" تہائی کے برابر تھا (قدیم نسخوں سے مراد اصل نسخے نہیں بلکہ موجودہ نسخوں کی بہ نسبت پہلے کے نسخے مراد ہیں کیونکہ اصل نسخہ بطریق صحیح کہیں ثابت ہی نہیں اور برتقدیر تسلیم ہمیں مضر بھی نہیں۔

فافہم و تدبر سعیدی بقلمہ

علاوہ ازیں سلطان الاوراد (طبع دربار حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ اس) میں ہے کہ یہ کتاب دراصل عبدالقادر بغدادی نامی ایک عالم کی لکھی ہوئی ہے جسے کتب فروشوں نے ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے اور اس کی مانگ بڑھانے کی غرض سے (انہوں نے اسے) نام سے مغالطہ دے کر حضور سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

بلکہ علامہ شمس الدین ذہبی (جنہیں غیر مقلدین اپنا پیشوا اور ثقہ عالم مانتے ہیں اور ان کی جس کتاب کا یہاں حوالہ دیا جا رہا ہے اسے بھی غیر مقلدین ہی نے شائع کیا ہے چنانچہ انہوں نے بھی غنیۃ الطالبین کے مندرجات پر سخت کلام کر کے اس کتاب کے غیر معتبر ہونے کی طرف واضح اشارہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (میزان الاعتدال عربی طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔ ترجمہ حارث بناس محاسبی)

وجہ سوم: برتقدیر تسلیم اس عبارت میں "اہل حدیث" کے لفظوں کی بجائے اس میں "اصحاب الحدیث" کے لفظ ہیں جس کا خود مولانا کو بھی اعتراف ہے (جیسا کہ ان کے حوالہ سے ابھی یہ عبارت گزر چکی ہے) جب کہ مولانا کے فرقے کا نام "اہلحدیث" ہے۔ پس اگر اس عبارت کو مولانا واقعی اپنے دعوئی کی صحیح دلیل سمجھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ آج کے بعد اس کی رو سے خود کو "اہلحدیث" کی بجائے "اصحاب الحدیث" کہلایا کریں یا پھر وہ یہ تسلیم کریں کہ یہ عبارت ان کے اس دعوئی کی قطعا" دلیل نہیں۔ (کما نقول۔ وھو المقصود)

مولانا کا "اصحاب الحدیث" کے الفاظ کا "اہل حدیث" کے لفظوں سے ترجمہ کرنا بھی ان کی سینہ زوری اور محض کھینچا تانی ہے کیونکہ "اصحب" کا لفظ صرف جمع پر بولا

جا سکتا ہے جب کہ لفظ "اہل" واحد اور جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ فرد واحد کو مولانا کے فرقے والے "اہل حدیث" تو کہتے ہیں مگر "اصحاب الحدیث" کہنے کو ان میں سے کوئی درست ہی نہیں سمجھتا۔ معلوم ہوا کہ مولانا نے "اصحاب الحدیث" کا ترجمہ "اہل حدیث" کے لفظوں سے محض کھینچا تانی کے ذریعہ کیا ہے۔

وجہ چہارم: علاوہ ازیں (برتقدیر تسلیم) حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مصداق مولانا کے فرقہ والے (یعنی موجودہ دور کے خود کو اہلحدیث کہلانے والے غیر مقلدین) قطعا" نہیں جس کے بعض دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل نمبر1: حضرت نے (برتقدیر تسلیم اس عبارت میں "اصحاب الحدیث) کے یہ لفظ کسی گروہ کا نام ہونے کے طور پر نہیں ارشاد فرمائے بلکہ یہ لفظ آپ نے محض ان سنی مسلمانوں کے لئے استعمال فرمائے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال کو بھی (انہیں حکما" مرفوع مان کر) حجت مانتے ہیں جس کا مصداق خود کو اہلحدیث کہلانے والے موجودہ غیر مقلدین قطعا" نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے نزدیک صحابہ کرام کے اقوال و افعال قطعا" حجت اور ماننے کے قابل نہیں (جیسا کہ گذشتہ سطور میں ان کے مذہب کی کتاب عرف الجادی وغیرہ کے حوالہ سے ابھی گزر چکا ہے) چنانچہ اسی غنیۃ الطالبین (مترجم اردو ص ۱۳۶ طبع رائے ونڈ) میں ہے "فرقہ ناجیہ احادیث اور آثار صحابہ (کی حجیت) کا بھی قائل ہے"۔

نیز اسی میں (ص ۱۳۵) پر ہے "فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت کا فرقہ ہے" یہ لفظ بھی اس امر کا واضح قرینہ ہے کہ حضرت نے "اصحاب الحدیث" کے یہ لفظ اگر ارشاد فرمائے ہیں تو کسی فرقہ کا نام ہونے کے طور پر نہیں فرمائے بلکہ ان سے آپ کا مقصد منکرین حدیث اور منکر آثار صحابہ کے مقابلہ میں فرقہ ناجیہ کی علامت بیان فرمانا ہے جس کا شخصی نام صرف "اہل سنت" ہے جس کی مزید وضاحت اسی غنیۃ الطالبین کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی حوالہ سے کلکتہ کے ایک غیر مقلد عالم مولانا عین الباری صاحب لکھتے ہیں " اہل السنتہ ولا اسم لھم الا اسم واحد وھو

اصحاب الحدیث" ملاحظہ ہو۔ (ہفت روزہ اہلحدیث ص ۱۷ مجریہ ۱۱ دسمبر ۱۹۹۲ء شمارہ ۴۷۔ بحوالہ غنیۃ الطالبین ص ۳۱۰ مترجم اردو طبع کراچی' عربی ص ۱۷۹ طبع لاہور۔ مترجم فارسی ص ۲۰۲)

اس عبارت میں لفظ "اسم" کو "نام" کے معنی میں لینا کسی طرح درست نہیں ورنہ فرقہ ناجیہ کے دو شخصی نام قرار پائیں گے "اہل سنت اور اصحاب الحدیث"۔ یہ عقل و نقل کسی کی رو سے بھی صحیح نہیں بلکہ خود غیرمقلدین بھی اسے درست تسلیم نہیں کرتے کیونکہ "اصحاب الحدیث" نام کا کوئی گروہ نہ تو ماضی میں تھا اور نہ اب ہے اور نہ خود کو اس نام سے موسوم کرنا غیرمقلدین کو گوارہ ہے بلکہ اس میں "اسم" کا لفظ "وسم" یعنی علامت کے معنی میں ہے۔ اور حضرت اپنے اس قول میں اپنے دور کے سچے مسلمانوں کی نشانی بیان فرما رہے ہیں جب کہ مختلف ادوار میں برحق گروہ کے لئے کسی خاص علامت سے پہچانا جانا بھی ایک حقیقت واقعیہ ہے۔ جس کی بنیادی وجہ مختلف علاقوں میں باطل فرقوں کا مختلف شکلوں میں بدلتے اور کسی دینی امر کے انکار کی نسبت سے مشہور ہوتے رہنا ہے جن کے مقابلہ میں برحق گروہ کا ان کے انکار کردہ دینی امر کے اقرار کے حوالہ سے مشہور ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔ مثلاً" بعض ادوار ایسے بھی گزرے ہیں کہ جن میں موزوں پر مسح کرنے اور حوض سے وضو کرنے وغیرھما کے مستحب سمجھنے کو منکرین کے مقابلہ میں برحق گروہ کی علامت تصور کیا جاتا تھا اور جیسے موجودہ دور میں "یا رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کہنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک چوم کر آنکھوں اور اذان کے ساتھ صلوۃ و سلام پڑھنا وغیرہ برحق گروہ کی علامت اور پہچان بن چکا ہے۔

پس ہماری اس تحقیق کی روشنی میں غنیۃ الطالبین کی اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ ہمارے اس دور میں سچے مسلمانوں یعنی اہل سنت و جماعت کی ایک ہی علامت ہے اور وہ ہے "اصحاب الحدیث" ہونا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افعال و اقوال کو حجت ماننے والا ہونا۔ وللہ الحمد

دلیل نمبر3: علاوہ ازیں اسی غنیۃ الطالبین (کے ص ۱۷۰ طبع رائے ونڈ) میں ان لوگوں کو گمراہ اور غیر ناجی لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق تجسیم کے قائل (یعنی اللہ

تعالیٰ کا جسم مانتے) ہوں۔ یہ بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس عبارت (الفرقتہ الناجیتہ ھو اصحاب الحدیث) کے مصداق خود کو اہل حدیث کہلانے والے یہ غیرمقلدین قطعاً" نہیں بلکہ یہ آپ کے نزدیک انہی قائلین تجسیم گمراہ اور غیرناجی لوگوں میں شامل ہیں کیونکہ یہ بھی تجسیم کے قائل ہیں چنانچہ ان کے مذہب کے ایک نہایت ذمہ دار عالم مولانا وحید الزماں صاحب نے (ترجمہ موطا مالک جلد ۱ ص ۲۰۴ طبع کراچی اور ھدیۃ المھدی عربی جلد ۱ ص ۱۰ طبع دہلی میں) لکھا ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ صرف عرش پر ہے' اسے ہر جگہ ماننا بے دینی ہے اور وہ آدھی رات کے وقت پہلے آسمان پر آ جاتا ہے اور اس وقت وہ عرش پر موجود نہیں ہوتا ملخصاً"۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے؟

دلیل نمبر4: علاوہ ازیں مولانا اور ان کے ہمنوا گستاخانہ عقائد کے حامل اور عقیدۃ نجدی ہیں (جس کی مدلل طور پر کچھ تفصیل گذشتہ سطور میں گزر چکی ہے) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدی ٹولے کو شیطان کا ٹولہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری عربی جلد ۲ ص ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱ طبع کراچی) اور مولانا اس امر کے خود معترف ہیں کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حدیث کے سخت پابند تھے۔ ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۶)

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اس حدیث پر سختی سے عمل کرتے ہوئے ان غیرمقلد نجدی وہابیوں کو شیطان کا ٹولہ سمجھتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دلائل و براھین کی روشنی میں خود کو اہلحدیث کہلانے والے یہ غیرمقلدین غنیۃ الطالبین کے اس عبارت (الفرقتہ الناجیتہ ھو اصحاب الحدیث) کے قطعاً" کسی طرح مصداق نہیں۔

غنیۃ الطالبین کے ایک اور حوالے کا جواب: مولانا نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے متعلق مزید لکھا ہے کہ "ان کے تمام دینی کام نماز وغیرہ اہل حدیث والے تھے مثلاً" امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا' رفع یدین کرنا' آمین بالجہر کہنا' تشہد میں انگلی اٹھانا' ایک وتر کا قائل ہونا اور باقی مسائل میں بھی کتاب و سنت کی پیروی کرنا ان کا مسلک تھا وہ اہلحدیث کے ساتھ متفق تھے دیکھو غنیۃ الطالبین" ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص

(۳۶

الجواب: مولانا اس سے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ماننے والے اور آپ کے ہم عقیدہ ہیں جو ان کی سخت مغالطہ دہی بلکہ صریح کذب بیانی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اولاً: اس مقام پر بھی مولانا نے غنیۃ الطالبین ہی کا حوالہ دیا ہے جس کے نہایت درجہ غیر معتبر اور اس کے حضرت کی تصنیف نہ ہونے کا مدلل بیان ابھی گزر چکا ہے پس یہ حوالہ بھی انہیں کسی طرح مفید نہ ہوا اور اس سے بھی ان کی مقصد برآری قطعاً نہ ہوئی۔

ثانیاً: برتقدیر تسلیم انہیں اس کا بھی ہرگز کچھ فائدہ نہیں کیونکہ کسی کا کسی کے ساتھ محض بعض فروعی مسائل میں ظاہری طور پر متفق ہو جانا ان کے آپس میں ہم عقیدہ ہونے کی قطعاً دلیل نہیں۔ اگر ہے تو کیا مولانا یہ اعلان فرمائیں گے کہ وہ شیعہ اور مرزائی آپس میں ہم عقیدہ اور ایک ہی ہیں کیونکہ شیعہ اور مرزائی بھی تو نماز میں غیر مقلدوں کی طرح (بلکہ ان سے کچھ زیادہ) رفع یدین کرتے ہیں۔

ثالثاً: پھر مولانا کے عقیدہ میں تو کسی بڑے سے بڑے صحابی کا قول و فعل بھی کچھ حجت اور ماننے کے قابل نہیں (جیسا کہ گذشتہ سطور میں باحوالہ گزر چکا ہے) اس صورت میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اقوال و افعال ان کے نزدیک کس طرح حجت ہو سکتے ہیں جب کہ آپ صحابی تو کجا تابعی اور طبع تابعی بھی نہیں ہیں پس جو چیز خود ان کے نزدیک ماننے کے قابل نہیں اسے وہ اپنی دلیل بنا کر ہم پر کیوں اور کس اصول کے تحت ٹھونس رہے ہیں؟

رابعاً: اختلافی رفع یدین وغیرہ میں مولانا کا حضور غوث پاک کے اپنے ساتھ ہر طرح متفق ہونا بتانا بھی مولانا کی غلط بیانیوں میں سے ہے کیونکہ

اولاً: ایک روایت کے مطابق آپ حنفی تھے ملاحظہ ہو (قلائد الجواہر۔ نزہۃ الخاطر)

اس صورت میں رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرھما (ان امور میں جو غیر مقلدین سے خاص سمجھتے ہیں ان) کا آپ کو قائل بتانا آپ پر محض افتراء ہے۔

ثانیاً: دوسری روایت کے مطابق آپ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے پیروکار اور حنبلی مقلد تھے جس کی ایک دلیل مولانا کی اس مسلمہ کتاب غنیۃ الطالبین کے (ص ۲۴۳ طبع رائے ونڈ) یہ لفظ بھی ہیں (چنانچہ اس میں ایک حدیث کے ذکر کے بعد لکھا ہے) کہ "ہمارے امام ابو عبداللہ احمد بن محمد (بن حنبل) شیبانی نے حدیث کی تشریح میں فرمایا۔ اللہ ہماری موت ان کے عقیدہ و فقہ پر کرے اور ہمارا حشر ان کے گروہ میں کرے"۔

پس اس صورت میں بھی آپ ان امور میں غیر مقلدین کے ساتھ قطعاً متفق نہ ہوئے کیونکہ آپ یہ کام مقلد ہو کر کرتے تھے (جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ائمہ سلف صالحین میں سے کسی کی اتباع میں ان امور پر عمل پیرا ہو اور اس کے برعکس کسی دوسرے امام کے مقلدین کی نماز بھی ان امور کے ترک کے باوجود درست جانے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں) جب کہ کسی کی تقلید کرنا مولانا کے مذہب کی رو سے ناجائز، حرام اور معاذ اللہ کفر و شرک ہے۔

خامساً: علاوہ ازیں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کے بغیر نماز نہیں ہوتی جب کہ مولانا کی پیش کردہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین میں واضح لکھا ہے کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کے چھوڑ دینے سے بھی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ اس میں یہ بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ رفع یدین کرنا اور بلند آواز سے آمین کہنا سرے سے نماز کی سنت ہی نہیں۔ ملاحظہ ہو (ص ۲۲ طبع رائے ونڈ) پس ان مسائل میں مولانا کا حضور غوث پاک کو معاذ اللہ اپنا ہم مسلک بتانا ان کا صریح جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

سادساً: اسی طرح یہ بھی مولانا کا جھوٹ ہے کہ آپ بھی غیر مقلدین کی طرح امام کے پیچھے فاتحہ کے فرض اور وتر کی نماز کے ایک رکعت ہونے کے قائل تھے کیونکہ مولانا کی پیش کردہ اسی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ آپ وتر کے تین رکعت

ہونے اور امام کے پیچھے فاتحہ کے فرض نہ ہونے کے قائل تھے اور وتر کے ۳ رکعت
ہونے کو سنت مانتے تھے چنانچہ اس (کے ص ۳۰۴) میں ہے کہ "وتر کی پہلی رکعت
میں (سبح اسم ربک الاعلی " دوسری میں سورہ الکافرون اور تیسری میں سورہ
اخلاص پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یونہی پڑھا کرتے تھے"۔

نیز اسی (کے صفحہ ۳۳۴) میں ہے کہ "سورۃ فاتحہ کی قرات فرض ہے یہ نماز کا
رکن ہے۔ اس کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (تھوڑا سا آگے لکھا ہے کہ) اگر
مقتدی ہو تو امام کی قرات کو توجہ سے سنے اور سمجھے)

باقی مولانا کا تشہد میں انگلی اٹھانے کو اپنی علامت قرار دے کر اس پر نازاں ہونا
انہیں اس وقت مفید تھا کہ جب دلائل شرع سے ثابت ہو جانے کے باوجود ہم معاذ
اللہ اس کے قائل نہ ہوتے مگر بحمد اللہ ہمارے نزدیک وہ ثابت ہے ہم اس کی سنت
کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ پس انہیں اس پر شور مچانے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔
چنانچہ امام اہل سنت شیخ الاسلام اعلی حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب فاضل
بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اس کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ "اشارہ ضرورت سنت ہے"
محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمتہ اللہ تعالی نے فرمایا "صنعه رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم فصنع کما صنعه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و هو قول
ابی حنیفه و اصحابنا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس
طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا
یہی مذہب ہے۔ امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور
دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی (اعلی حضرت فرماتے ہیں) فقیر اور فقیر کے آباء و
اساتذہ و مشائخ کرام قدست اسرارھم سب اس پر عمل کرتے رہے۔ ملاحظہ ہو (فتاوی
رضویہ جلد ۳ ص ۸۶ طبع کراچی)

وبطریق آخر: مولانا کے اس دعویٰ کے غلط ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ
مولانا کی پیش کردہ اسی کتاب کی رو سے "تراویح کی بیس رکعات ہیں" علاوہ ازیں اسی
کی رو سے حضور غوث پاک امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو دین کا امام مانتے اور

آپ کے قول سے استناد فرماتے ہیں۔ نیز اسی کی روشنی میں آپ کے نزدیک نماز کی
نیت زبان سے کرنا مستحب اور کار ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو (ص ۳۰۴۔ ۳۳۰ وغیرہ)

نیز آپ سے منسوب کتاب فتوح الغیب (ص ۱۷، ۳۷، ۴۲ طبع لاہور) میں ہے کہ
تکالیف و مصائب اور مشکلیں اولیاء کرام کے طفیل حل ہوتی ہیں اور لوگوں کو وسعت
رزق اور باران رحمت انہی کے توسط سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز اللہ کے خاص بندوں
کو "کن فیکونی" طاقت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی چیز کو کہہ دیں ہو جا تو وہ ان
کے کہنے کے مطابق ہو جاتی ہے۔ نیز آپ اپنے عربی قصیدہ (قصیدہ غوثیہ) میں فرماتے
ہیں۔ "نظرت الی بلاد اللہ جمعا۔ خر دلته علی حکم اتصالی" یعنی میں
نے تمام کائنات کا اس طرح سے مشاہدہ کیا کہ جس طرح میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی
کا دانہ دیکھوں۔

اگر مولانا واقعی اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ حضرت کے ان اقوال کو بھی
مانیں مگر مولانا ان سب امور میں نہ صرف آپ سے علیحدہ ہیں بلکہ وہ انہیں بدعت اور
کفر و شرکت بھی سمجھتے ہیں۔ پس وہ حضور غوث پاک کو اپنا ہم عقیدہ بتانے کے اپنے
اس دعویٰ میں قطعاً" غیر صادق ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

ایک تازہ اعتراض کا جواب: شاید اس مقام پر کوئی غیرمقلد یہ اعتراض کرے
کہ حنبلی المسلک ہونے کی روایت کے مطابق حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ
(اختلاف فقہ کے باعث) ہم حنفیوں کے روحانی پیشوا کیونکر ہو سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب
یہ ہے کہ صحیح العقیدہ حنفی ہوں یا مالکی، شافعی ہوں یا حنبلی، وہ سب اہل سنت و جماعت
ہی ہیں۔ ان میں اصولی طور پر بنیادی عقائد میں کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں البتہ بعض
فروعی اور چھوٹے چھوٹے مسائل میں ان کا محض دلائل کی بنا پر معمولی اختلاف ہے جو
قرآن و سنت کی رو سے مجتہدین اسلام کے لئے جائز ہے۔ اور متفقہ اصول و ضوابط کی
رو سے یہ چاروں اس امر پر متفق ہیں کہ کوئی مسلمان ان مذاہب اربعہ میں سے جس
کسی کو بھی اپنا لے تو گمراہی سے بچنے کے لئے اسے یہ کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ
سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ عقیدہ صحیح ہو اور ان

اختلافی مسائل میں جو ان میں سے کسی کے نزدیک نماز کے منافی ہوں' ان میں امام اپنے مقتدی کے مسلک کی بھی رعایت کرے جیسے شوافع اور احناف کے نزدیک خون بہنے سے وضو کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کا اختلاف وغیرہ۔ اس لئے ان چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کا پیروکار جو بڑا عالم دین متقی اور پرہیز گار ہو وہ سب کے نزدیک اپنے ہم مسلکوں کے علاوہ دوسرے تین مذاہب کے پیروکاروں کا بھی روحانی پیشوا ہو گا۔ لہٰذا حنبلی المسلک ہونے کی صورت میں بھی.....

☆.... حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ' آل رسول' نہایت درجہ متقی راسخ فی العلم اور غوث اعظم (وغیرہما دوسرے بے شمار کمالات سے متصف) ہونے کے باعث سب اہل سنت کے دینی و روحانی پیشوا ہیں خواہ وہ حنفی ہوں یا مالکی' شافعی ہوں یا حنبلی۔

علاوہ ازیں کیا غیر مقلدین' تمام صحابہ کرام کو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر قابل احترام اور اپنا روحانی پیشوا نہیں سمجھتے؟ جب کہ ان میں بہت سے وہ ہیں جو غیرمقلدین والی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے جیسے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز کیا وہ ابن تیمیہ' ابن قیم' ابن کثیر اور ابن عبدالوہاب نجدی کو اپنا روحانی و مذہبی پیشوا نہیں مانتے جب کہ یہ سب خود کو امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ کے پیروکار اور ان کے مقلد کہلاتے تھے؟ اگر یہ حنبلی کہلانے والے ان غیرمقلدین کے روحانی پیشوا ہو سکتے ہیں جب کہ تقلید ان کے نزدیک شرک ہے تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی المسلک ہوں تو وہ ہمارے روحانی پیشوا کیوں نہیں ہو سکتے جب کہ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کو اپنانا ہمارے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ بہت بڑی سعادت بھی ہے۔

طنز کا جواب: مولانا نے اپنے اس مضمون کے آخر میں ہمیں مخاطب کرتے ہوئے طنز آمیز لہجے میں لکھا ہے کہ "پیر عبدالقادر جیلانی کا ہی کہنا مان لو کیونکہ تم ان کے نام کی گیارھویں کھاتے ہو تو ان کے نام کے کھانے کی تو پاسداری کرو۔ ان کے تمام دینی کام نماز وغیرہ اہل حدیث والے تھے" ملاحظہ ہو (الدعوۃ ص ۳۶)

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک مولانا کے اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حضرت کے تمام دینی کام نماز وغیرہ اہل حدیث والے تھے۔ تو یہ نہایت درجہ غلط اور قطعاً" بے بنیاد

ہے جس کا جھوٹ ہونا ہم گزشتہ سطور میں "غنیۃ الطالبین کے حوالوں کا جواب" اور اس کے بعد والے عنوان کے تحت مدلل طور پر بیان کر آئے ہیں (اس کی تفصیل وہاں دیکھ لی جائے)

رہا حضرت کا کہنا ماننے کا سوال تو.....

اولاً": جب مولانا کے اس دعویٰ کی بنیاد ہی غلط ہے تو اس کی بنا پر ان کا ہمیں آپ کا کہنا نہ ماننے والا ٹھہرانا بھی خود بخود غلط ہو گیا۔

ثانیاً": حضرت کا کہنا ماننا ہمارے حق میں محتاج دلیل ہی نہیں کیونکہ ہم حضرت کو محض دعویٰ کی حد تک ہی نہیں بلکہ جانثاری کی حد تک مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں آپ سے محبت اور وابستگی صرف ہم اہل سنت و جماعت ہی کا علامتی نشان اور طرہ امتیاز ہے باقی امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید میں نماز کی اختلافی رفع یدین نہ کرنا وغیرہ بھی آپ ہی کے حکم اور فیصلہ کے مطابق اور آپ جیسے اسلاف ہی کے نام کی پاسداری کے حوالہ سے ہے جس کی تفصیل ایک "تازہ اعتراض کا جواب" کے عنوان کے تحت گذشتہ سطور میں ابھی گزر چکی ہے۔ مگر مولانا اور ان کے ہمنوا اس سعادت سے محروم ہیں۔ اسی لئے انہوں نے حضرت جیسے قدوۃ العارفین اور ظاہراً" باطناً" امام الکاملین کا نام اپنے اس مضمون میں بغیر القاب و آداب کے۔ محض روکھا سوکھا لکھ کر اپنی اس بد باطنی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

حصہ دوئم

تلبیسات و افتراءات کا باطل شکن جواب

مولانا نے اپنے گستاخانہ نجدی عقائد پر پردہ ڈالنے کی غرض سے جن مغالطات کو نہایت ہی چابکدستی سے دلائل بنا کر پیش کرکے انہیں اپنے برحق ہونے کی بنیاد بنایا تھا۔ اس کے علمی، تحقیقی اور شافی جواب سے بفضلہ تعالیٰ ہم فارغ ہو چکے، اب ذیل میں ہم انکے ان افتراءات و تلبیسات کا حقائق کی روشنی میں پردہ چاک کرکے ان کا ترکی بہ ترکی جواب دینا چاہتے ہیں جن کے ذریعے انہوں نے

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے طریق پر معاذ اللہ ہمیں باطل، کافر و مشرک اور زبردستی محض بدلہ چکانے کی غرض سے "گستاخ رسول" بنا کر پیش کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

فاقول و باللہ التوفیق وبیدہ ازمتہ التحقیق

مولانا کی تمہید کا جواب:۔

چنانچہ اپنے اس مضمون کے اس حصہ کا آغاز کرتے ہوئے بطور تمہید مولانا نے پہلی بسم اللہ ان لفظوں سے کی ہے کہ "اب ذرا بریلوی مذہب کی حقیقت بھی سن لیجئے اور انصاف کیجئے کہ گستاخ اور گمراہ کون ہے۔ بریلوی حضرات کا مذہب بناوٹی، من گھڑت اور خود ساختہ ہے۔ غور کیجئے اسلام کے اندر شرک کرنا بہت برا عمل ہے۔ بریلوی حضرات اپنے عقائد اور نظریات کا جائزہ لیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی، امام ہو یا شہید، حاجتیں مانگنا، سجدے کرنا، نذرونیاز چڑھانا، حاضروناظر جان کر دور و نزدیک سے پکارنا یہ سب کام شرک ہیں مگر ہمارے بریلوی حضرات میں یہ سارے کام پائے جاتے ہیں۔ اھ (بلفظہ الدعوۃ ص ۳۱)

الجواب:۔ جواباً عرض ہے کہ مولانا کے اس کلام کی سخافت پر کلام سے قطع نظر جواباً" عرض ہے کہ ہمارا شخصی نام "اہلسنت و جماعت" ہے اس لئے ہمیں نیا فرقہ

ہونے کے معنی میں بریلوی کہنا یا اس معنی میں ہمارے مذہب کو بریلوی مذہب کہنا ہمارے خلاف مولانا اور ان کے ہم نواؤں کی سوچی سمجھی سازش ہے۔

ہاں اگر اس معنی میں ہمیں بریلوی کہا جائے کہ انگریز کے پروردہ ہندوستان کے جن بعض گستاخان رسول مولویوں پر امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے جو حرمین طیبین کے اس وقت کے درجنوں علماء اسلام کی معیت میں شریعت کا حق ادا کرتے ہوئے کفر کا فتوی دیا تھا اور اس مسئلہ میں ہمیں ان سے کلی اتفاق ہے تو یہ بالکل بجا اور ہمارے لئے بہت بڑے فخر کی بات ہے، مگر نیا فرقہ ہونے کے معنی میں ہم قطعاً" بریلوی نہیں ہیں لہذا غلط رنگ میں پیش کئے گئے ہمارے خلاف مولانا کے یہ سب دعاوی قطعاً" بے بنیاد ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا کوئی بھی عقیدہ اور نظریہ ایسا نہیں جو خود ساختہ ہو اور اس کو شریعت مطہرہ کی کسی دلیل کی رو سے شرک کہنا درست ہو۔ ہاں البتہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ خود مولانا اور ان کے ہم نواؤں کا اپنا مذہب خود ساختہ، من گھڑت اور بناوٹی ہے جس کی ایک نہایت ہی آسان اور واضح دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ خود کو "اہل حدیث" کہلاتے ہیں جبکہ پورے قرآن مجید میں کوئی ایک بھی ایسی آیت نہیں اور نہ بخاری شریف سے لیکر حدیث کی کسی بھی چھوٹی بڑی معتبر کتاب میں کوئی ایسی صحیح، صریح حدیث پائی جاتی ہے بلکہ ان میں کوئی ایسی حسن بلکہ ایسی ایک ضعیف حدیث بھی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اہلحدیث کہلانے کا حکم دیا ہو۔ یا ان کا نام اہلحدیث رکھا ہو اور نہ ہی (بر سبیل تنزل) ان میں اس قسم کی کوئی آیت یا حدیث ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ دور اول کے مسلمان اس دور میں موجود خود کو اہلحدیث کہلانے والے وہابیوں کی طرح خود کو اہلحدیث کہلواتے تھے (جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس کی مکمل تفصیل گزر چکی ہے) جو خود ان کے اپنے اصول کی روشنی میں ان کے مذہب کے بدعت، بناوٹی، من گھڑت اور خود ساختہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

باقی اپنے اس باطل دعویٰ کے اثبات میں اس کے بعد مولانا نے جو نام نہاد دلائل اور حوالے پیش کئے ہیں وہ سب ان کی مغالطہ دہی، قطع و برید، خیانت اور عبارات کو

خانہ ساز معنی پر منطبق کرنے پر مبنی اور مولانا کے ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہے پس انہیں دلائل کی بجائے مولانا کی تلبیسات و افتراء کا نام دیا جائے تو یہ بالکل بجا اور واقعہ کے عین مطابق ہوگا۔ جس کی تفصیل سطور ذیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

افتراء نمبر ا کا جواب:۔ مولانا نے ہمیں محض بدنام کرنے کی غرض سے ہم پر پہلا افتراء یہ باندھا ہے کہ ہم معاذ اللہ حضرات اولیاء کرام کے مزارات کو سجدہ کرنے کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ ان کے بقول قرآن مجید کی سورۃ القمر میں ہے۔ "واسجد للہ واعبدو" سجدہ صرف اللہ کو کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ اھ (ملخصاً ص ۳۱)

الجواب:۔ ہمارے بارے میں مولانا کے اس بیان کے جھوٹے ہونے کیلئے اتنا بھی کافی ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف کئے گئے اپنے دعویٰ کا کوئی ثبوت مہیا نہیں کیا' اب بھی اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں ذرہ بھر صداقت رکھتے ہیں تو انہیں اور ان کے تمام ہمنواؤں کو ہمارا یہ چیلنج ہے کہ وہ اسے ہماری کسی معتبر کتاب سے ثابت کرکے دکھائیں مگر ہم بڑے وثوق سے عرض کرتے ہیں کہ وہ تا صبح قیامت ہمارے مسلک کی وضاحت میں لکھی گئی ہمارے کسی ذمہ دار عالم کی کسی کتاب سے اس کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں ہمارے مسلک کے انتہائی ذمہ دار اور اہل فتویٰ قسم کے متعدد علماء کرام اپنی اپنی تصانیف جلیلہ کے ذریعے درجہ صراحت کے ساتھ دو ٹوک الفاظ میں اس امر کا بارہا اظہار کرچکے ہیں کہ ہمارے نزدیک اللہ کے علاوہ کسی اور کو کسی قسم کا کوئی سجدہ قطعاً" جائز نہیں' عام ازیں کہ وہ تعظیم و تحیت کا سجدہ ہو یا عبادت کا سجدہ۔

ہاں البتہ یہ تفصیل اس میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں ضرور قابل لحاظ ہے کہ غیر خدا کو سجدہ اگر محض تحیت و تعظیم کی نیت سے ہو تو یہ سخت حرام اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ نے اس سے ہمیں منع فرمادیا' مگر اسے کفروشرک کہنا قطعاً" درست نہیں جیسا کہ مولانا نے کہا ہے کیونکہ بعض سابقہ شریعتوں میں یہ جائز رہا ہے مثلاً" قرآن مجید میں ہے کہ خدا کے حکم سے

فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔
پارہ نمبر۱ سورۃ البقرہ۔ پارہ نمبر۱۴ سورۃ الحجرات۔ پارہ نمبر۱۵ سورۃ الکھف۔ پارہ نمبر۱۶ سورۃ طٰہٰ۔ پارہ نمبر۸ سورۃ اعراف

اسی طرح یہ بھی قرآن میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ابوین کریمین اور آپ کے بھائیوں نے آپ کو تعظیمی سجدہ کیا۔ ملاحظہ ہو۔ (پارہ نمبر۱۳ سورۃ یوسف۔

اگر یہ کفروشرک ہوتا تو اس کی قطعاً" کبھی کسی قسم کی کوئی اجازت نہ ہوتی کیونکہ کفروشرک کبھی کسی دور میں کسی شریعت میں اللہ اور اس کے نبیوں کی طرف سے ایک لمحہ کیلئے بھی جائز نہیں ہوا۔

مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے غیرخدا کیلئے ہرقسم کے سجدہ کے ناجائز ہونے کے موضوع پر کم و بیش ۱۲۵ صفحات کی ایک قابل قدر کتاب تصنیف فرمائی جس پر متعدد علماء اہلسنت کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں جن میں شیخ المشائخ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رام پوری رحمتہ اللہ علیہ کا نام نامی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس کتاب کا پورا نام اس طرح ہے۔

" الزبدة الزکیۃ فی حرمتہ سجدۃ التحیۃ" المعروف "حرمت سجدہ تعظیم"

اس کتاب میں مسئلہ ہذا کی وضاحت میں حضرت مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے متعدد قرآنی آیات کے علاوہ چالیس احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام اور اپنے ہم مسلک گذشتہ علماء و فقہاء اور محدثین کرام کے ۱۵۰ اقوال پیش فرمائے (کتاب ہذا آج کل مارکیٹ میں عام دستیاب ہے) جس کا ایک جامع اقتباس ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے چنانچہ آپ علیہ الرحمتہ اہلسنت کی نمائندگی فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"مسلمان اے مسلمان شریعت مصطفوی کے تابع فرمان جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عزجلالہ کے سوا کسی کیلئے بھی نہیں اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً" اجماعاً" شرک مبین و کفر مبین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین' ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عندا لتحقیق وہ کفر صوری پر محمول (کما بتوفیق المولی سبحانہ و تعالیٰ) ہاں مثل صنم و

صلیب و شمس و قمر کیلئے سجدے پر مطلقاً" اکفار کما فی شرح المواقف وغیرہ من الاسفار ان کے سوا مثل پیر و مزار کیلئے ہر گز ہر گز ناجائز و مباح جیسا کہ زید کا ادعاء باطل ناشرک حقیقی نامغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل بلکہ حرام ہے اور کبیرہ فحشاء فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء اھ۔ بلفظہ ملاحظہ ہو (ص۸ طبع مکتبہ نبویہ لاہور۔ نیز فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۰۳ طبع کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک غیر خدا کو کسی قسم کا کوئی سجدہ قطعاً" جائز نہیں ' آج تک ہمارے مسلک کے کسی ایک بھی ذمہ دار عالم دین نے اسے جائز نہیں کہا پس اس کے باوجود مولانا کا ہمیں اس کا قائل ظاہر کرنا ان کا ہم پر ظلم عظیم بہتان و افتراء اور تاریخ کا ایسا بہت بڑا جھوٹ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

ازالہ وہم :۔ اگر بعض جاہل قسم کے لوگ حضرات اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم کی قبور کو سجدہ کرتے بھی ہوں تو اس سے ہمارے مذہب پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ یہ ہمارا مذہب نہیں اور نہ ہی انہیں ہمارے ذمہ دار علماء میں سے کسی نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ عمل بھی علماء کا حجت ہوتا ہے نہ کہ جہلا کا۔ جس کی ایک آسان مثال یہ ہے کہ بہت سے وہابی عوام واضح حکم شرعی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی داڑھیاں منڈواتے ہیں مگر کوئی بھی ان کو اس کوتاہی کا غیر مقلد وہابی علماء کو ذمہ دار قرار نہیں دیتا ' پس اس کے برعکس ان کا جہلا کے افعال کو ہم پر حجت بنا کر پیش کرنا اور اسے ہمارا مذہب قرار دینا ان کی ہم پر نہایت درجہ بے انصافی اور سراسر ظلم و زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔

علماء کی ذمہ داری تو صرف یہ ہے کہ وہ شرعی احکام کو لوگوں تک پہنچا دیں جس سے وہ سبکدوش ہو چکے اور اس میں انہوں نے کسی قسم کی کوئی کوتاہی کبھی نہ برتی ' باقی رہا جبر کر کے ڈنڈے کے زور سے لوگوں کو ان پر عمل کرانا اور انہیں ان کا پابند بنانا یہ حکومت اسلام کا منصب ہے۔

پیش کردہ آیت کا جواب :۔ باقی غیر خدا کیلئے ہر قسم کے سجدے کو شرک ثابت کرنے کی غرض سے اس موقع پر مولانا نے جو آیت پیش کی ہے تو وہ ان کے اس

دعویٰ کے اثبات کیلئے قطعاً" ناکافی ہے کیونکہ اولا" اس آیت میں سجدہ عبادت کا بیان ہے جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور اس میں مکہ کے ان بت پرستوں کا رد ہے جو بتوں کو خدا مان کر ان کیلئے سجدے کے قائل تھے۔ ملاحظہ ہو (تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر زیر تحت آیت ہذا)
جبکہ اس عقیدہ سے کسی غیر خدا کو سجدہ کرنا اس کی عبادت اور شرک ہے خلاصہ یہ کہ اس آیت کو خالص سجدہ تعظیم کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ثانیاً" :۔ اس آیت کے بارے میں اگر مولانا کے اس موقف کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت میں خالص سجدہ تعظیمی بھی مطلقاً" شرک قرار پائے گا اور یہ کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ سجدہ تعظیمی بعض سابقہ شریعتوں میں جائز رہا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بحکم الٰہی فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے ابوین کریمین اور بھائیوں کا انہیں سجدہ کرنا مذکور ہے۔ "کما مر انفا" (جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے) پھر اس سے نہ صرف اس سجدہ کے قائل یہ مقربین بارگاہ خداوندی میں مشرک قرار پائیں گے بلکہ یہ غلیظ و شنیع (سخت) فتویٰ خود اللہ رب العالمین تک بھی پہنچے گا جس نے ان کیلئے اسے جائز قرار دیا۔
(نعوذ باللہ من ذالک)

ولنعم ما قال شیخنا اعلیٰ حضرت

اشراک بمذہبیکہ تا حق رسد
مذہبے معلوم و صاحب مذہب معلوم

آیت کے عموم و اطلاق کا جواب :۔

اس آیت کو عام اور مطلق قرار دیکر بھی مولانا کا اس کے عموم و اطلاق کو اپنی دلیل بنانا بھی قطعاً" درست نہیں کیونکہ اولا" مولانا کسی نص شرعی کے عموم و اطلاق کے ذریعے کسی امر خاص پر استدلال کے قائل ہی نہیں ہیں جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ آیت "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان" الایۃ کو دعا بعد نماز جنازہ اور حدیث "ما لی اراکم رافعی ایدیکم" (الحدیث) کو اختلافی رفع یدین کی ممانعت

کی دلیل نہیں سمجھتے ' پس جس چیز کے وہ خود قائل نہیں ان کا اسے دوسروں پر ٹھونس دینا انصاف کے قطعاً" منافی اور سراسر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

ثانیاً" :۔ جب بعض سابقہ شریعتوں میں سجدہ تعظیمی کے جائز ہونے کا بیان کرنے والی آیات بھی موجود ہیں۔ "کما فی قصتہ ادم واخوہ یوسف وابویہ علیہم السلام و مرانفا"
تو یہ آیت عام یا مطلق بھی کہاں رہی کہ اسے ان کے اس مزعوم (زعم) کے ثبوت کی دلیل قرار دیا جاسکے۔

یہ آیت کریمہ مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل سطور بالا میں ابھی گزر چکی ہے پس اس آیت کو ہم پر چسپاں کر کے مولانا نے بحمد اللہ ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا البتہ اس سے انہوں نے آسمان کے تھوکے کی مثال قائم فرمائی ہے' کیونکہ غیرمقلدین کی طرف سے رفع یدین کے بارے میں پیش کی جانے والی مشہور روایت کے صحابی رسول ﷺ حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما کے فتوی کے مطابق ایسا کرنا جانوروں سے زیادہ بد لوگوں اور خارجیوں کا کام ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں خوارج وغیرہ کے رد کے بیان میں ہے۔

كان ابن عمر يراهم شرار خلق الله وقال انهم انطاقوا الى آيات نزلت فى المشركين فجعلوها على المومنين

یعنی صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما خارجیوں کو اللہ کی تمام مخلوق سے زیادہ بد سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے مشرکین اور بت پرستوں کی تردید میں نازل شدہ قرآنی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴ طبع کراچی)

لطیفہ :۔ مولانا نے اس آیت کو سورۃ القمر کی آیت قرار دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورۃ القمر میں ہے "واسجدو للہ واعبدو" جو غلط ہے ' اللہ رب العالمین پر بہت بڑا بہتان ہے کیونکہ یہ آیت سورۃ القمر کی نہیں بلکہ سورۃ نجم کی آیت ہے پھر اس میں بھی واسجدو نہیں ہے جیسا کہ مولانا نے کہا ہے بلکہ اس میں

فاسجدوا کے لفظ ہیں پس مولانا نے اس مقام پر ایک ہی سانس میں دو غلط بیانیاں فرمائی ہیں جس سے ان کے علمی مقام کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی باآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو اپنے اہل علم ہونے کے دعوی کے باوجود روزانہ بلاناغہ ہزاروں ' لاکھوں اور اربوں کھربوں بار پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید کے الفاظ کے بارے میں بھی واقفیت نہ ہو اور وہ خود رب العالمین پر بھی بہتان باندھنے سے کچھ باک محسوس نہ کرے۔ اگر وہ اہلسنت کو مطعون کرنے کی غرض سے کذب بیانی اور افتراء پردازی سے کام لے تو یہ کون سی بڑے تعجب کی بات ہے۔

ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

افتراء نمبر۲ کا جواب :۔

مولانا نے ہمیں محض بدنام کرنے کی غرض سے کذب بیانی کرتے ہوئے دوسرا افتراء ہم پر یہ باندھا ہے کہ ہم بزرگان دین کیلئے وہی نذر نیاز کرنا جائز سمجھتے ہیں جو اللہ تعالی کے شایان شان ہے چنانچہ دلیل نمبر۲ کا عنوان دیکر وہ لکھتے ہیں اور فرمایا "وما انفقتم من نفقة او نذر من نذر فان الله يعلمه" (البقرۃ آیت ۲۷۰)
جو تم خرچ کرتے ہو یا نذر مانتے ہو اللہ اسے جانتا ہے ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۔۔؟ اور بریلوی حضرات بزرگوں کی نذر مانتے ہیں اور اس عمل کو برا نہیں جانتے۔
(ملاحظہ ہو (ص ۱۳۔ ۲۳۔ الدعوۃ)

جواب :۔ یہ ہم پر ایک ایسا جھوٹ ہے جس پر جتنا لعنت بھیجی جائے کم ہے۔ مولانا نے اس مقام پر ناواقف قسم کے لوگوں کو لفظ نذر سے مغالطہ دینے کی مذموم کوشش کی ہے یہ صحیح ہے کہ ہم جو ہدیہ بزرگان دین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اسے ادباً" اور احتراماً" مسلمانوں کے عرف کے مطابق نذرونیاز کے لفظ بولتے ہیں۔ مگر اس معنی میں ہم یہ لفظ بزرگوں کیلئے قطعاً" نہیں بولتے اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں جس معنی میں وہ اللہ تعالی کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نذر کی دو قسمیں ہیں۔

نمبرا۔ نذر شرعی ۔ یہ اللہ تعالی کیلئے خاص ہے۔

نمبر۲۔ نذر عرفی ۔ جس کا اطلاق معظمین کی خدمت میں پیش کیے جانے والے ہدیہ پر ہوتا ہے۔

چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

نذر و نیاز کہ مسلمین بقصد ایصال ثواب با رواح طیبہ حضرات اولیائے کرام نفعنا اللہ تعالی ببرکاتھم کرتے ہیں ' ہرگز قصد عبادت نہیں کرتے نہ انہیں معبود اور مستحق عبادت سمجھتے ہیں کہ نہ یہ نذر شرعی ہے بلکہ اصطلاح عرفی ہے کہ سلاطین و عظما کے حضور جو چیز پیش کی جائے اسے نذرونیاز کہتے ہیں اور نیاز تو اس سے بھی عام تر ہے عام محاورہ ہے کہ مجھے فلاں صاحب سے نیاز نہیں میں تو آپ کا نیازمند ہوں۔ ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ ج۱۰ ص ۲۳۶ طبع کراچی)

اس کے علاوہ فتاوی رضویہ ج۴ ص ۲۱۷ میں ارقام فرماتے ہیں۔

معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ حاضر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ نیز اپنی ایک اور کتاب (فتاوی افریقہ ص ۸۷ طبع مدینہ کمپنی کراچی) میں لکھتے ہیں ' غیرخدا کیلئے نذر فقہی کی ممانعت ہے اولیائے کرام کیلئے ان کی حیات ظاہری ۔ خواہ باطنی میں جو نذریں کی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں۔ عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور ہدیہ پیش کریں اسے نذر کہتے ہیں۔ بزرگان دین کیلئے اس کے اطلاق کے جواز کا ثبوت نہ صرف سلف صالحین کی عبارات میں پایا جاتا ہے بلکہ خود فریق آخر کے بزرگوں نے بھی اس کے جواز کو نہایت صراحت کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔

علامہ احمد کا فتویٰ :۔

مشہور بادشاہ اسلام عالمگیر اورنگزیب کے استاذ علامہ احمد المعروف ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تفسیرات احمدیہ عربی ص ۴۵ طبع پشاور میں لکھتے ہیں۔ ان البقرہ المنذورۃ للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیها وقت الذبح و ان کانوا ینذرون ونہا له

اولیائے کرام کیلئے جس گائے کو نذر کیا جائے جیسا کہ ہمارے زمانے میں مروج

ہے۔ ایسی گائے حلال وطیب ہے کیونکہ اس کے ذبح کے وقت اس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام نہیں لیا جاتا اگرچہ اسے اولیائے کرام کی نذر کیا جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ :۔ فریقین کے مسلم پیشوا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" میں ارقام فرماتے ہیں۔

حضرت امیرو زریتہ طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیراں و مرشداں مے پرستدوامور تکوینیہ را بالیشاں وابسطہ مے دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام اشیان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است فاتحہ و درود و نذر و عرس و مجلس ۔ یعنی تمام امت مسلمہ حضرت امیرالمومنین علی اور ان کی اولاد پاک کے ساتھ اس قدر عقیدت رکھتی ہے کہ وہ انہیں پیروں مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے۔ اور جہان کے تمام امور کو ان سے وابسطہ جانتی ہے اور ان کے نام پر فاتحہ و درود اور صدقات اور نذرونیاز اس میں رائج اور معمول ہے جیسا کہ تمام امت کا اللہ کے تمام ولیوں سے یہی معاملہ ہے کہ وہ ان کے نام کی فاتحہ اور درود اور نذر پیش کرتی ہے اور ان کا عرس اور ان کے تذکرہ کی محفل کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو (فتاوی رضویہ ج۱۰ ص ۲۳۶۔ فتاوی افریقہ ص ۹۵)

غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے مشترکہ امام کا فتویٰ :۔

غیر مقلدین اور علمائے دیوبند کے مسلم پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب "صراط مستقیم" مترجم اردو ص ۱۱۰ طبع اسلامی اکادمی لاہور میں لکھتے ہیں۔

"جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا کہ پہنچانے کا طریق ہے۔ یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حق داروں میں سے ہے تو اس کے حق کے برابر اور اس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور نذرونیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ (انتہا)

غیر مقلد عالم کا فتویٰ :۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم مولوی وحیدالزماں نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی عربی ص ۳۸ طبع دہلی میں لکھا ہے۔

"واما ما یقولون هذا نذر النبی و هذا نذر الولی فلیس بنذر شرعی ولا داخلا" فی النهی و لیس فیه معنی النذر الشرعی وما یهدالا لکابر یقال له فی العرف النذر

یعنی یہ جو لوگوں میں مروج ہے کہ وہ نبی ولی کے ایصال ثواب کی چیز کو نبی اور ولی کی نذر کہتے ہیں۔ یہ نذر شرعی نہیں کہ ممنوع ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو چیز بڑوں کی خدمت میں پیش کی جائے اسے ادبا" عرف میں نذر کہا جاتا ہے۔ اھ

افتراء نمبر ۳ کا جواب:۔

ہم پر تیسرا افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں مشرک بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے تھے اسی لئے جب ابراہیم علیہ السلام بت خانہ میں گئے تو ان کے سامنے چڑھاوے کے کھانے موجود تھے جس وجہ سے آپ نے فرمایا۔ مالکم لا تاکلون تم کھاتے کیوں نہیں (سورۃ الصف آیت ۹)

دیکھو بریلوی حضرات بھی بزرگان دین کی قبروں پر بکرے چھترے روپیہ پیسہ اور اشیاء خوردنی کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ عین مشرکوں کی تقلید کرتے ہیں جو اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔

الجواب:۔ یہ بھی مولانا کا ہم پر بہت بڑا بہتان ہے کیونکہ ہمارے مذہب میں مزارات پر کھانے کی کسی چیز کو رکھنا جائز نہیں ہے جس کے بہتان ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مولانا نے اس بات کو ہم سے بے دھڑک منسوب تو کر دیا مگر ہمارے مسلک کی کسی مستند بلکہ غیر مستند کتاب سے بھی وہ اسے ثابت نہیں کرسکے اس کے برعکس ہمارے ذمہ دار علماء کی مستند کتابوں میں اس کی تردید صراحت کے ساتھ موجود ہے چنانچہ امام اہلسنت اعلی حضرت رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب فتاوی رضویہ ج ۴ طبع کراچی ص ۲۰۸ میں اس بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔

"شیرین وغیرہ جو اس قسم کی چیزیں لے جائے اسے قبر پر نہ رکھے یہ ممنوع ہے۔

انتہا"

اس قدر وضاحت کے باوجود مولانا کا اس جھوٹ کا ہم سے منسوب کر دینا نہایت درجہ زیادتی اور ان کی شدید کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

البتہ مزارات کے قریب رہنے والے مسلمان فقراء پر تقسیم کرنے کی غرض سے ایصال ثواب کی چیزوں کو وہاں لے جانا از روئے شرع قطعا" ممنوع نہیں۔ اگر اس کی ممانعت میں مولانا کے پاس کوئی آیت یا حدیث ہوتی تو وہ اسے پیش کرتے مگر وہ اس بارے میں کلی طور پر ناکام رہے ہیں۔ اب بھی اگر ان کے پاس اس قسم کی کوئی آیت یا حدیث ہو تو اسے پیش کرکے ہم سے منہ مانگا انعام وصول کریں' علاوہ ازیں قرآن مجید میں صرف اتنا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کا مذاق اڑانے کی غرض سے ان سے پوچھا۔ الا تاکلون کیا تم کھاتے نہیں ہو۔

قرآن کی کسی آیت میں یہ نہیں کہ کھانے کی چیزیں ان کے سامنے موجود تھیں اسی طرح اس آیت کے تحت اس کی تفسیر میں کوئی ایسی صحیح حدیث بھی نہیں ہے جو بتوں کے سامنے کھانے کے موجود ہونے کی وضاحت کرتی ہو۔ پس مولانا کا اس بات کو قرآن سے منسوب کرنا بالکل ایسے ہے جیسے پرانے زمانے کے یہود و نصاری اپنی طرف سے بنا کر اسے کلام الہی ظاہر کرتے تھے۔

علاوہ ازیں اس آیت کو مسلمانوں کیخلاف پیش کرکے مولانا نے اپنی خارجیت کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ کیونکہ یہ آیت مولانا کو بھی تسلیم ہے کہ بتوں کے بارے میں ہے مگر انہوں نے اسے مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے اور یہ ان کی رفع یدین کی زیادہ پیش کی جانے والی روایت کے مرکزی راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کے بقول خارجیوں کا کام ہے جیسا کہ افتراء نمبر ایک کے جواب میں صحیح بخاری کے حوالے سے بالتفصیل گزر چکا ہے۔

مولانا نے سورۃ الصف کے حوالے سے جو آیت نمبر ۹ جن لفظوں سے لکھی ہے وہ سورۃ الصف تو کجا پورے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے۔

افتراء نمبر ۱ کے تحت بھی مولانا نے آیت غلط لکھی تھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی انہیں ناظرہ قرآن مجید بھی صحیح طور پر نہیں آتا' پس اگر اس قسم کے لوگ

ہمارے مذہب پر اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ جاہلانہ اعتراض کرنا جاہلوں ہی کو زیب دیتا ہے۔

افتراء نمبر۴۔ ہم پر چوتھا افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۳ میں ہے۔ ان البحیرۃ التی یمنع درھا بطواغیت فلا یحتلبھا احمد من الناس

بحیرہ قسم کے جانوروں کا دودھ بتوں کیلئے وقف ہوتا تھا کوئی شخص ان کو دوھ کر دودھ استعمال میں نہیں لا سکتا تھا۔ یعنی دودھ کی سبیلیں بتوں پر لگاتے تھے اور بریلوی بھی دودھ کی سبیلیں بزرگوں کے مزاروں پر لگاکر مشرکین عرب کی مشابہت کرتے ہیں۔

الجواب :۔ (۱) مولانا اور ان کے ہمنواؤں کا مسلک یہ ہے کہ دین کے بارے میں حجت صرف قرآن ہے یا پھر فرمان رسول اللہ ﷺ مگر انہوں نے اس مقام پر مسلم شریف کے حوالے سے جس روایت کو بطور دلیل بنا کر پیش کیا ہے۔ وہ نہ تو قرآن کی آیت ہے نہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بلکہ یہ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسے دھوکہ دیتے ہوئے انہوں نے ذکر تک نہیں کیا تاکہ لوگ عربی جملے کو دیکھ کر اسے قرآن کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا فرمان تصور کریں۔ جو نہایت درجہ مجرمانہ خیانت ہے پس جو چیز خود ان کے اصول میں حجت نہیں ان کا اسے ہم پر حجت بنا کر پیش کرنا سراسر ظلم اور زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۲) پھر اس روایت کو بھی انہوں نے ادھورا پیش کیا ہے جو ان کی ایک اور مجرمانہ خیانت ہے۔ اس روایت کے آخر میں حضرت سعید بن مسیب کا یہ قول بھی موجود ہے۔ قال ابوہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قصبہ فی النار و کان اول من سیب السوائب

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہاکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے (صدیوں پہلے ہو گزرنے والے کافر) عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ اپنے پیٹ کی تمام آلائش (آنتیں وغیرہ) گھسیٹ کر دوزخ میں چل رہا ہے اور وہ پہلا شخص تھا جس

نے بعض جانوروں کو سائبہ قرار دیکر ان کے استعمال کو حرام قرار دیا تھا۔ (انتہا)

مولانا اس جملے کو شاید اس لئے اڑا گئے کہ اس سے علم و نگاہ نبوت کی وسعت ظاہر ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ نے اس جہان میں بیٹھ کر دوسرے جہان کا چشم نبوت سے مشاہدہ فرمایا۔ اگر وہ اس کو ذکر کر بیٹھتے تو اس سے انہیں حضور ﷺ کو حاضر وناظر مان لینا پڑتا' پس اس سے بچتے ہوئے انہوں نے اس کیلئے یہ راستہ اختیار کیا کہ ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے سرے سے اس جملے کو اڑا گئے۔

(۳) مولانا نے بتوں اور مشرکین کی تردید والی روایت کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے جو خارجیوں کا کام ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے حوالے سے گزشتہ سطور میں کئی بار گزر چکا ہے پس اس سے انہوں نے بفضلہ تعالیٰ ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا البتہ انہوں نے ایسا کر کے خود کو خارجیوں کے ٹولے میں شامل ہونے کا اظہار فرما دیا ہے جس پر وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

(۴) بتوں کے نام کی سبیل لگانا قطعاً" ناجائز ہے ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ حضرات اولیاء کرام کے ایصال ثواب کیلئے پانی کی سبیل لگانا صحیح احادیث سے ثابت ہے چنانچہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں ہے کہ صحابی رسول ﷺ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا (جو صحابیہ اور خدا کی ولیہ تھیں ان کا) ان کی عدم موجودگی میں انتقال ہو گیا' ظاہر ہے اس کا انہیں بہت دکھ ہوا۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر میں اپنی وفات یافتہ والدہ کی طرف سے کوئی نیکی کروں تو کیا اس کا انہیں ثواب پہنچے گا؟ فرمایا جی ہاں۔ انہوں نے عرض کی ان کیلئے کون سی چیز کا صدقہ کرنا افضل ہے۔ (مدینہ شریف میں پانی کی قلت تھی) آپ نے فرمایا ان کے ایصال ثواب کیلئے تم پانی کا انتظام کر دو۔ اب یہ حدیث کے لفظ ہیں۔

"فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد" یعنی انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور اعلان کر دیا کہ یہ کنواں اس لئے کھدوایا گیا ہے کہ مسلمان اس کا پانی پئیں اور میری والدہ کو اس کا ثواب پہنچے۔

نوٹ :۔ یہ حدیث بالفاظ مختلف دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے اور اسلامی

تاریخ میں یہ بات ملتی ہے کہ یہ کنواں بیرام سعد کے نام سے مشہور تھا اور اب تک موجود رہا ہے جسے کچھ عرصہ پہلے سعودی حکومت نے اپنے عقیدے کےخلاف سمجھتے ہوئے بند کروایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ایصال ثواب کیلئے پانی کی سبیل لگانا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ' آپ کی اجازت اور صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے۔ پس مولانا نے اس حوالے سے جو تنقید کی ہے اس کا نشانہ ہم نہیں بلکہ درحقیقت انہوں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد اور صحابہ کرام کے عمل پر چوٹ کی ہے اور اس سے انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا البتہ یہ ضرور ثابت ہوا ہے کہ مولانا کا تعلق مشرکین کے اس گروہ سے ہے جس کا مشغلہ رات دن ان چیزوں کو حرام قرار دینا تھا جن کو خدا نے حلال بنایا۔

افتراء نمبر۵ کا جواب :۔ پانچواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے "مشرک لوگ بتوں کو بوسہ دیتے اور چومتے تھے ' بریلوی بھی ایسا کرتے ہیں ' یعنی قبروں کو بوسے دیتے اور چومتے ہیں بریلوی حضرات کا یہ عمل بھی مشرکین عرب کے مشابہ ہے۔

الجواب :۔ مزارات کو بتوں سے تشبیہ دیکر مسلمانوں کو ان سے متنفر کرنا وہابی مذہب کا خلاصہ ہے ' جو بہت مغالطہ ہے اور مزارات اولیاء کا بتوں پر قیاس کرنا نہایت درجہ غلط ہے۔

اگر مزارات اور بتوں کا ایک ہی حکم ہو تو مزارات پر جانا ناجائز اور کفروشرک ہو جائیگا حالانکہ مزاروں پر جانا عین شریعت کا مطلوب ہے اور مستحب اور کارثواب ہے۔ جبکہ احتراماً" بت کے پاس جانا قطعاً" حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزارات کو بتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ' اگر مزارات کے چومنے کو محض اس لئے ناجائز قرار دیا جائے کہ مشرکین اپنے بتوں کو پوجتے تھے تو اس سے ان کے ساتھ مشابہت ہو جائیگی تو اس کلیہ سے صرف چومنا ہی ناجائز قرار نہیں پائے گا بلکہ قبروں پر جانا بھی حرام قرار پائے گا کیونکہ چومنے کی نوبت بعد میں آتی ہے اور جانے کا مرحلہ پہلے آتا ہے۔ اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو بوسہ نہیں دے سکتا کیونکہ مشرک بھی اپنے بتوں کو بوسہ دیتے تھے جبکہ بت ہو یا کسی کا بیٹا دونوں مخلوق اور غیراللہ

ہونے میں برابر ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسے کوئی عقلمند شخص تسلیم نہیں کر سکتا۔

جواب ۲ :۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ حضور سید عالم ﷺ کے مزار پاک پر حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنے رخسار آپ کے مزار پاک پر ملے مشہور دشمن آل بیت مروان اموی نے آپ کو اس سے روکنا چاہا تو آپ نے اسے ڈانٹ دیا اور بڑے زوردار لفظوں میں فرمایا کہ میں پتھروں کے پاس نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اس لئے تم مجھے اس سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ ملاحظہ ہو۔ امام بخاری اور مسلم کے استاذ امام احمد بن حنبل کی کتاب ۔ مسند احمد ۔ جلد صفحہ

اس سے معلوم ہوا کہ از راہ محبت اپنے چہرے کو بزرگان دین کے مزارات پر ملنا حضرات صحابہ کرام کی سنت ہے اور اس سے منع کرنا اور اسے بتوں سے مشابہہ قرار دینا مولانا کے جد امجد ' دشمن آل بیت مروان بن حکم اموی کا مذہب ہے پس اس پر چوٹ کرکے مولانا نے بفضلہ تعالیٰ ہمارا کوئی بال بیکا نہیں کیا ' بلکہ اپنی اصلیت کو واضح فرمایا ہے۔

جواب ۳ :۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا وحیدالزماں حیدر آبادی نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی طبع دہلی میں امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ مشہور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بزرگان دین کے مزارات کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اب بھی اگر مولانا مزار کو بوسہ دینے کو بتوں کے مشابہہ بالفاظ دیگر کفروشرک قرار دینے پر ڈٹے رہیں تو انہیں یہ بھی بتانا ہوگا کہ ان کا امام احمد بن حنبل اور اپنے امام مولوی وحید الزماں صاحب پر کیا فتویٰ ہے نیز جو انہیں اپنا بزرگ و پیشوا مانے اس کی بھی شرعی حیثیت بیان کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔

یوں نہ دوڑیں برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

یہ بات بھی لطیفہ سے کم نہیں کہ ہمارے خلاف مولانا اپنے ہر استدلال میں مشرکین مکہ کے اعمال کو پیش کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس اس کے

سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ نہ قرآن ہے ' نہ حدیث ہے اگر ہوتا تو وہ اسے پیش کر دیتے ' یہی وجہ ہے کہ وہ ہر موڑ پر اپنے آقایان نعمت کی دہائیاں دیتے نظر آتے ہیں اور یہ بات تو سطور بالا میں کئی بار گزر چکی ہے کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کے مطابق یہ طریقہ استدلال اپنا مسلمانوں کا نہیں' بلکہ خارجیوں کا کام ہے۔

افتراء نمبر۴ کا جواب :۔ چھٹا افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ کتاب التصاویر مشکوۃ میں لکھا ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "ان اللہ یامرنا ان تکسو الحجارۃ والطین" اللہ نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔ بریلوی حضرات بھی قبروں پر چادریں چڑھاتے ہیں بریلوی حضرات کا یہ عمل بھی مشرکین عرب سے عین مشابہہ ہے۔

الجواب :۔ حدیث میں "لم یامرنا ان نکسو" کے لفظ ہیں مگر مولانا نے اس کے یہ لفظ کم یامرنا ان تکسو نقل کئے ہیں۔ جو حدیث رسول میں ان کی بہت بڑی خیانت ہے یا شدید غفلت ہے جو بہرحال قابل مذمت امر ہے جس سے انہیں معذرت کرنا لازم ہے۔ لفظوں میں خیانت کے علاوہ مولانا نے اس حدیث کے معنی میں بھی بہت بڑی خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ اور ایک طویل حدیث سے اپنا من مانا جملہ نقل کر کے اس کو غلط معنی کا جامہ پہنا دیا ہے کیونکہ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق گھروں میں بلا ضرورت دیواروں پر کپڑوں کے پردے لٹکانے کی ممانعت کے بارے میں ہے مگر انہوں نے اس کے پس منظر کو حذف کر کے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے اسے مزارات اولیاء کرام پر چسپاں کر دیا ہے' جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے نہایت ہی افسوس کی بات یہ ہے کہ مولانا اور ان کے ہمنوا اپنی تقریروں اور تحریروں میں تو لوگوں کو یہ سبق دیتے رہتے ہیں کہ کسی بھی مسئلہ کے بارے میں قرآن اور حدیث کا مضمون صرف اسی مسئلہ تک محدود رہے گا جس میں وہ وارد ہوئے مگر اس مقام پر وہ اپنے ہی اصول کو یکسر بھول گئے۔ سچ ہے ضرورت ایجاد کی ماں ہے اگر مولانا حدیث کے ان لفظوں کے عموم سے استدلال کر رہے ہوں تو یہ بھی

کئی وجوہ سے درست نہیں کیونکہ

(۱) وہ آیات و حدیث کے عموم سے استدلال کے جواز کے قائل نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ قرآنی الفاظ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کے عموم سے دعا بعد نماز جنازہ کے جواز کو ثابت مان لینے کے قائل نہیں۔

علاوہ ازیں صحیح مسلم وغیرہ کی مشہور حدیث مالی ارکم رافعی ایدیکم کے الفاظ کے عموم سے مفہوم ہونے والی ممانعت اختلافی رفع یدین کے بھی وہ قائل نہیں۔ پس جس امر کو وہ خود تسلیم نہیں کرتے تو زبردستی ان کا اسے ہم پر ٹھونس دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا نے اس حدیث میں وارد حجارۃ اور طین کے لفظوں پر مزارات اولیاء کو قیاس کر کے یہ استدلال پیش کیا ہے جو قطعاً قیاس مع الفارق ہے ' کیونکہ قبروں کی زیارت اور ان کا احترام کرنے کا حکم اور اجازت احادیث میں موجود ہے جبکہ محض پتھروں اور محض مٹی کی زیارت اور تعظیم کا ہمیں کوئی حکم یا اجازت نہیں ہے۔ پس قبروں کو مٹی اور پتھر پر قیاس کرنا غلط اور شرعی دلائل کے قطعاً" خلاف ہے پھر یہ کہ مولانا اور ان کے ہمنوا کہا کرتے ہیں کہ اول من قاس ابلیس یعنی سب سے پہلے جس نے قیاس کے ذریعے استدلال کیا تھا وہ ابلیس ہے پس یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو چیز خود ان کے نزدیک شیطانی دھندہ ہے اسے انہوں نے کیوں اور کس مصلحت کی بنا پر اپنا لیا۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

علاوہ ازیں مزارات پر غلاف ڈالنے کا جواز اور ثبوت صحیح احادیث میں موجود ہے پس مولانا کا اسے مشرکین عرب سے عین مشابہہ بنانا ایسے ہے کہ جیسے پرانے زمانے کے مشرکین بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے رسول اللہ ﷺ کے پاک عمل کو یہود و نصاریٰ سے مشابہہ قرار دیتے تھے۔ پھر یہ کہ مزارات اولیاء پر غلاف ڈالنے کے جواز کو مولانا کے بعض معتمد بزرگوں نے بھی تسلیم کیا ہے پس اگر وہ اپنے اس فتویٰ کو زبردستی ٹھونسنے پر اب بھی تلے ہوئے ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ اس کی ایک دو تسبیح پڑھ کر اپنے ان معتمدوں پر دم فرما دیں۔ چنانچہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۲۰۳ طبع کراچی میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے حضرت امام قاسم بن محمد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کی یا امه اکشفی لی عن قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبہ رضی اللہ عنہما فکشفت لی عنہ ثلاثۃ قبور لا مشرفۃ ولا لا طیۃ مطبوحۃ ببطحاء العرضۃ الحمراء

یعنی اے ام المومنین میرے لئے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں (حضرت ابوبکر صدیق ' حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کے مزارات سے ہٹائیں تو انہوں نے میرے لئے ایسی تین مزارات سے ہٹایا جو نہ مینار کی طرح بلند تھیں اور نہ زمین سے چپکی ہوئی تھیں جن پر سرخ رنگ کی کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔

نوٹ :۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے امام قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء ج ۲ ص ۱۳ میں بھی ہے۔

غیر مقلدین کے عالم مولوی شمس الحق عظیم آبادی "عون المعبود" شرح ابوداؤد ج ۳ ص ۲۰۸ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان میں اس حدیث کے الفاظ اکشفی لی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اے اظہری وارفعی الستارۃ یعنی حدیث کے اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے حضرت ام المومنین سے عرض کی کہ آپ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین کی مزاروں سے غلاف اور پردہ ہٹائیں تاکہ میں مزارات شریفہ کی شکل دیکھ سکوں (فقط)

افتراء نمبر ۷ :۔ ہم پر ساتواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے۔ مشرکین عرب اساف و نائلہ جبل وغیرہ بتوں کو اپنی حاجات میں پکارتے تھے۔ دیکھو مسلم شریف ج ۲ ص ۲۹۶

بریلوی حضرات بھی اپنے بزرگوں کو اپنی حاجات و مشکلات میں پکار کر مشرکوں کی مشابہت کرتے ہیں۔ میدان احد میں ابوسفیان نے اتحل یا جبل کے نعرے لگائے تھے بریلوی بھی یا علی حیدر ' یارسول اللہ ' یاغوث دستگیر ' یامعین الدین چشتی پار لگا دے کشتی جیسے نعرے لگاتے ہیں کتنا گھناؤنا عمل ہے"۔

الجواب :۔ مولانا نے مسلم شریف کے جس صفحے کے حوالے سے لکھا ہے کہ مشرکین جبل کو پکارتے تھے یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مسلم شریف کے اس صفحے پر حضرت ابوسفیان کے متعلق جو لفظ لکھے ہیں کہ انہوں نے میدان احد میں اتحل یا جبل کے نعرے لگائے تھے یہ جھوٹ ہے کیونکہ انہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے اس مقام پر اعل جبل کہا تھا۔ اتحل نہیں جیسا کہ مولانا نے لکھا ہے جس سے ان کی حدیث دانی کے بلند بانگ دعوی کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔

مولانا کو چاہئے تھا کہ حضرت ابوسفیان کا یہ قول نقل کرتے وقت یہ بھی وضاحت کر دیتے کہ ان کا یہ قول اسلام لانے سے پہلے کا ہے تاکہ اب کوئی انہیں کافرو مشرک نہ سمجھنے لگ جائے مگر مولانا نے ان کے کافرو مشرک ہونے کا ہی لوگوں کو تاثر دیا ہے جو صحابی رسول کیخلاف ان کی ایک گھناؤنی سازش ہے۔ یہ درست ہے کہ مشرکین اپنی حاجات میں بعض اوقات بتوں کو پکارتے تھے مگر قرآن و سنت میں ان کو ان کے اس پکارنے کی وجہ سے مشرک نہیں کہا گیا بلکہ ان کے مشرک ہونے کی وجہ ان کا اپنے بتوں کو معبود اور خدا سمجھنا تھا ' اور ہمارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ کسی غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا تو درکنار ازراہ تعظیم اس کا تصور بھی شرک ہے۔

مولانا نے دعوی تو کر دیا ہے مگر اس کی کوئی شرعی دلیل پیش کرنے سے وہ عاجز رہے ہیں۔ اگر ان میں اب بھی ذرہ بھر جرات و صداقت ہے تو وہ قرآن مجید کی کوئی ایک ایسی واضح آیت یا رسول اللہ ﷺ کا کوئی ایک ایسا واضح فرمان پیش کریں جس میں مشرکین کے کافرو مشرک ہونے کی بنیاد بتوں کو خدا سمجھنے کی بجائے محض اپنی حاجات میں پکارنے کو قرار دیا گیا ہو۔

مشرکین کا اپنے بتوں کو اپنی حاجات میں پکارنے کا عقیدہ اس لئے بھی غلط تھا کہ انہوں نے ان کے بارے میں یہ عقیدہ اللہ کے اذن کے بغیر محض اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباؤکم ما نزل اللہ بھا من سلطان۔ پارہ ۲۷ سورۃ النجم

جبکہ انبیاء ' اولیاء کرام علیہم السلام کے کمالات قرآن و سنت کے بے شمار نصوص سے ثابت ہیں لہذا ان کو قرآن و حدیث کیخلاف بتوں پر قیاس کرنا ' مولانا جیسے کسی غیر مقلد

ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا کے ہم مسلک ایک ذمہ دار غیر مقلد عالم نے لکھا ہے کہ یارسول اللہ یا علی اور یا غوث کہنا شرک نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو (ہدیۃ المہدی۔ طبع دہلی از مولوی وحیدالزماں غیر مقلد)

علاوہ ازیں نواب صدیق حسن خان بھوپالی جو پورے ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی کے بعد غیرمقلدین کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور عالم شمار ہوئے ہیں انہوں نے اپنے بعض مردہ بزرگوں سے مدد طلب کرتے ہوئے لکھا ہے۔

قبلہ دیں مددوے کعبہ ایماں مددوے
شیخ سنت مددوے قاضی شوکاں مددوے

اب یہ وضاحت مولانا فرمائیں کہ ان کے عالم صدیق حسن خاں صاحب کتنے بڑے مشرک تھے اور ان کا روحانی سلسلہ لات و منات کے ماننے والوں سے ملتا ہے یا عزی جبل اساف اور نائلہ کے پجاریوں سے۔

افتراء نمبر۸ کا جواب :۔ آٹھواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے ' پختہ قبریں بنانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ دیکھو (مسلم ج ا ص ۲۰۱)

بریلوی حضرات پختہ قبریں بناتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرکے گستاخانہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

الجواب :۔ مولانا نے مسلم شریف کے جس صفحہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے پختہ قبریں بنانے سے منع فرمانا نقل کیا ہے وہ بالکل سفید جھوٹ ہے اس پورے صفحہ پر رسول اللہ ﷺ کا ایسا کوئی فرمان موجود نہیں ہے جس میں آپ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہو۔ اگر مولانا اپنے اس دعوی میں سچے ہیں تو اس کی نشاندہی کریں۔ البتہ مسلم شریف کے اس صفحے پر قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی مخالفت کی حدیثیں موجود ہیں جو قطعا" ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ہم بھی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کو حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں۔

وضاحت :۔ قبروں کو پختہ بنانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ انہیں اندر سے پختہ بنایا جائے۔ یہ اگر کسی عذر شرعی کی بناء پر مثلا" زمین ریتلی ہو یا زمین میں حد سے

زیادہ تری پائی جاتی ہو تو پھر دلائل شرعیہ کی روشنی میں قبروں کو اندر سے پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اس قسم کا کوئی شرعی عذر نہ پایا جائے تو بلاضرورت قبر کو اندر سے پختہ کرنا نامناسب ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قبر اندر سے تو کچی ہو مگر باہر سے اسے پختہ بنا دیا جائے۔ اگر یہ نمودونمائش اور ریاکاری کی بناء پر نہ ہو بلکہ کسی جائز مقصد کی بناء پر ہو تو یہ نہ صرف جائز بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد ج ۲ طبع کراچی

میں صحابی رسول حضرت مطلب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور رضاعی بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد انہیں دفن کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو قریب پڑے ہوئے ایک بھاری پتھر کے اٹھالانے کا حکم فرمایا۔ وہ اس سے نہ اٹھایا جا سکا پس آپ ﷺ بہ نفس نفیس خود تشریف لے گئے اور قوت نبوت سے اس پتھر کو اٹھا لائے اور اسے حضرت عثمان بن معظون کی قبر کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا

اعلم بھا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اھلی

یعنی میں اس پتھر کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر کا نشان بنا رہا ہوں اور میرے گھر والوں سے جو بھی فوت ہوا اسے ان کی قبر کے قریب دفن کروں گا (انتہا) یہ پتھر کتنا بڑا تھا۔ امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے صحیح بخاری ج ا صفحہ ۱۸۲ طبع کراچی میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت خارجہ بن زید نے فرمایا "ان اشدنا وثبۃ الذی یثب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزہ"

یعنی ہم میں سے بڑی چھلانگ لگانے والا وہ شمار ہوتا تھا جو حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے اوپر سے چھلانگ لگا لیتا تھا' صحیح بخاری مذکورہ صفحہ کے حاشیہ نمبر۱۲ پر ہے "و ھذا یشیر الی ان قبر عثمان کان مرتفعا" یعنی اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمان کی قبر بہت اونچی تھی۔ (انتہا)

علاوہ ازیں غیر مقلدین کے معتمد عالم شمس الحق عظیم آبادی نے بھی اپنی کتاب عون المعبود شرح ابوداؤد میں مذکورہ بالا حدیث کے مضمون کی کوئی تردید نہیں کی۔

ملاحظہ ہو (ج ۳ ص ۲۰۳۔۲۰۴)

جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی قبر کو اوپر کی جانب سے پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں پس مولانا کا پختہ قبر بنانے کو مطلقاً" ناجائز اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور گستاخی قرار دینا بجائے خود رسول اللہ ﷺ کی حدیث آپ کے مبارک عمل کی مخالفت اور گستاخی ہے۔

اور اگر مولانا پھر بھی اپنے اس موقف پر ڈٹے رہیں اور پختہ قبریں بنانے کو مطلقاً" ناجائز اور مخالفت رسول گستاخی نبوت قرار دینے پر تلے رہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے سب سے بڑے مخالف اور آپ ﷺ کے سب سے بڑے گستاخ اور بے ادب ان کے مولانا شمس الحق عظیم آبادی بھی ہیں جنہوں نے پختہ قبر بنانے کے جواز کو اپنی اس کتاب میں جگہ دی ہے یا پھر یہ فتویٰ خود مولانا اور ان کے ہمنواؤں پر عائد ہو گا جو عظیم آبادی صاحب موصوف کو اپنا عالم مانتے ہیں اور جنہوں نے بڑی آب و تاب کے ساتھ زر کثیر خرچ کر کے ان کی اس کتاب کو شائع کیا ہے۔

افتراء نمبر۹:۔ نواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے نہایت درجہ ملمع سازی سے لوگوں کو یہ تاثر دینے کی مذموم کوشش کی ہے کہ شاعر مشرق جناب علامہ اقبال صاحب (مرحوم) نہ صرف غیر سنی تھے بلکہ وہ اہلسنت کے نظریات کے کٹر مخالف اور ان پر سخت تنقید کرنے والے تھے۔ جو نہایت درجہ غلط ' سخت کذب بیانی اور بہت بڑا افتراء ہے۔

مولانا نے علامہ اقبال مرحوم کے جن اشعار سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے اپنی طرف سے ان کا خود ساختہ مفہوم بنا کر اور سیاق و سباق سے ہٹ کر غلط رنگ دیا ہے۔ مثلاً" انہوں نے مزارات اولیاء کرام کیخلاف بنا کر علامہ اقبال صاحب کا ایک یہ شعر پیش کیا ہے۔۔

بجلیاں آسودہ ہوں جس میں وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کا مدفن وہ تم ہو

نیز۔

تم جو نکو نام ہو قبروں کی پرستش کرکے

کیا نہ بیچو گے اگر مل جائیں صنم پتھر کے

ان اشعار کے نہ صرف مفہوم میں مولانا نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے بلکہ ان کے الفاظ میں بھی انہوں نے مجرمانہ خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے یہودانہ تحریف کی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ شعر علامہ اقبال مرحوم کی کتاب بانگ درا میں "جواب شکوہ" کے عنوان کے تحت ہیں اور اہل علم و ادب پر مخفی نہیں کہ جواب شکوہ کا ہر بند تین تین اشعار پر مشتمل ہے ' جبکہ مولانا نے اس مقام پر مطلوبہ بند کا پہلا شعر چھوڑ کر اس کے آخری دو شعر نقل کئے ہیں اس شعر کے نقل کرنے میں اگر مولانا پر کسی مصیبت کا پڑنا یقینی نہیں تھا تو انہوں نے اس سے جان بوجھ کر کیوں چشم پوشی کی۔

کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے

چنانچہ اس بند کا پہلا شعر اس طرح ہے۔۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

اس شعر سے واضح ہو رہا ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کا روئے سخن پوری مسلمان قوم کی طرف ہے اور اس سے وہ مجموعی طور پر مسلمانوں کے انحطاط اور زوال پر آنسو بہا رہے ہیں۔ وہ معاذ اللہ اہلسنت یا مزارات اولیاء پر تنقید نہیں کر رہے ہیں جس پر اس بند کا سیاق و سباق بھی شاہد عدل ہے چنانچہ اس سے کچھ پہلے لکھا ہے۔۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براھیم پدر اور پسر آذر ہیں
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرم کعبہ نیا بت بھی نئے صنم بھی نئے

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا روئے خطاب پوری مسلم قوم کی طرف ہے نہ کہ اہلسنت کی طرف اگر ان کے اس کلام کا تعلق کسی مخصوص طبقے سے مان لیا جائے تو پھر ان کے اس مذکورہ بند کے مخاطبین سعودی نجدی حکومت والے قرار پائیں

گے کیونکہ ان کے زمانہ میں کعبہ شریف پر نجدی حکومت ہی قابض تھی تو کیا مولانا صاحب علامہ اقبال مرحوم کے ان اشعار کو سعودیوں پر چسپاں کرتے ہوئے انہیں "بت گر" باعث رسوائی پیغمبر کے القاب دینے پر راضی ہونگے۔ دیدہ باید

اس کے علاوہ اس بند کے کچھ بعد یہ بند بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ علامہ اقبال کا روئے سخن پوری مسلم قوم کی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ ۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ' اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اس سے کچھ آگے فرمایا۔ ۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

نیز کہا۔ ۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

نیز فرماتے ہیں۔ ۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود!
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا نے اپنے نقل کردہ اشعار میں پہلے شعر کا پہلا مصرعہ

یوں لکھا ہے۔

بجلیاں آسودہ ہوں جس میں وہ خرمن تم ہو

حالانکہ صحیح مصرعہ اس طرح ہے۔

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو

اسی طرح دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ اس طرح لکھا ہے۔

تم جو نکو نام ہو قبروں کی پرستش کر کے

حالانکہ یہ نہایت درجہ جھوٹ ہے اور مولانا نے اپنی طرف سے اس میں لفظ ملا کر اس کا حلیہ اور مفہوم بگاڑ کر رکھ دیا ہے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اس کذب بیانی کے بغیر ان کی مقصد براری کسی طرح ممکن نہیں ' چنانچہ علامہ اقبال کے اصل لفظ اس طرح ہیں۔

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے

مولانا نے "ہو نکو نام" کو تم "جو نکو نام" سے بدل دیا اور شدید تحریف کرتے ہوئے لفظ تجارت کو پرستش سے بدل دیا۔ جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

علامہ صاحب کے ان اشعار کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ وہ اپنے دور کے غافل مسلمانوں کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ دیکھو ہمارے آباؤ اجداد نے اسلام کی سربلندی اور اس کے تحفظ کیلئے کیا کیا قربانیاں نہیں پیش کیں ' اور تمہیں اس کا کوئی احساس بھی نہیں۔

اس لئے پوری دنیا کی مصیبت کی بجلیاں تم پر گرتی ہیں۔ پوری دنیا میں اگر کسی کا وقار نہیں ہے تو وہ تم ہو تم اپنے اسلاف کے زریں کارناموں کو گویا کفار کے ہاتھ بیچ رہے ہو۔ تمہاری تو یہ حالت ہے کہ جب تم نے اس سے گریز نہیں کیا ' اس سے بڑی خرابی ہو تو تم اسے بھی اپنا لوگے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ مزارات اولیاء کرام اور ان کے ماننے والوں پر کیچڑ اچھالنا چاہتے ہیں کیونکہ علامہ اقبال صاحب مرحوم نہ صرف اولیائے کرام کے معتقد تھے بلکہ ان کے مزارات پر حاضری کو بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے چنانچہ ان کے رسالہ "بانگ درا" مشمولہ "کلیات اقبال" صفحہ ۱۲۲ طبع اسلام آباد و لاہور میں ہے کہ علامہ اقبال نے سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ

نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور ان لفظوں میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب ہے تیری فیض ہے عام تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا

نیز کہتے ہیں۔

دعا یہ کر کہ خداوند آسمان و زمیں
کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو

جہاں آباد اور بغداد کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ہے زیارت گاہ مسلم جہاں آباد بھی
اس کرامت کا مگر حقدار بغداد بھی ہے

نوٹ:۔ بغداد شریف کی تعریف اس لئے کی گئی ہے کہ وہاں پر حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے اور جہاں آباد کی تعریف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضور خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن رحمتہ اللہ علیہ کے پیران پیر حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے "بال جبریل" میں لکھا ہے۔ (کلیات اقبال ص ۱۴۳)

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

معلوم ہوا کہ علامہ صاحب نہ تو مزارات اولیاء کیخلاف ہیں اور نہ ہی انہوں نے اپنے کسی شعر میں اہلسنت کے نظریات کی تردید کی ہے بلکہ مذکورہ بالا اقتباسات سے پتہ

چلتا ہے کہ مزارات او کے بارے میں بعینہ ان کے وہی نظریات تھے جو اہلسنت کے ہیں اور مولانا نے جو انہیں مزارات کا مخالف بنا کر پیش کیا ہے وہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ اگر اسے اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

علامہ صاحب تو اس نظریئے کے بھی حامل ہیں کہ خدا اپنے فضل و کرم سے اپنے ولی کی مرضی کو پورا فرماتا ہے چنانچہ وہ "بال جبریل" میں فرماتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ایک اور مجرمانہ خیانت:۔

اسی طرح مولانا نے اس سے آگے جو تین اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے پہلا اور تیسرا شعر انہوں نے محض اپنے باطل دھرم کو ثابت کرنے اور علامہ صاحب کو اہلسنت کا کٹر مخالف ظاہر کرنے کی غرض سے ان سے غلط منسوب کر کے ایک اور بہت بڑا جھوٹ بولا ہے جس پر جتنا لعنت کی جائے کم ہے اگر مولانا اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ یہ اشعار علامہ صاحب کی کسی کتاب سے نکال کر دکھائیں۔ اسی طرح علامہ اقبال صاحب سے منسوب کرتے ہوئے اس شعر میں بھی انہوں نے یہودانہ تحریف کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ انہوں نے علامہ اقبال صاحب کے حوالے سے یہ شعر لکھا ہے۔

بتوں سے تم کو امیدیں خدا سے ناامیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

یہ شعر علامہ اقبال کے مجموعہ اشعار بال جبریل کا ہے اس میں "بتوں سے تم کو" کی بجائے "بتوں سے تجھ کو" کے الفاظ ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ غیرمقلد مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے جب تک غیر مقلدین علماء صبح کو جھوٹ کا ناشتہ ظہر کو اس کا ظہرانہ اور عصر کو اس کا عصرانہ نہ فرمائیں انہیں کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ان کے مذہب کا ثابت ہونا تو اس کے بعد کی بات ہے۔

فالی اللہ المشتکیٰ

لطیفہ:۔

غیر مقلدین عوام میں اپنا یہ عندیہ بیان کرتے ہیں کہ وہ صرف اور صرف قرآن اور فرمان رسول ہی کو اپنے مذہب کی دلیل سمجھتے ہیں اور ان کے ہر مسئلہ کی دلیل صرف یہی دو چیزیں ہیں حتیٰ کہ انہوں نے "عرف الجاوی" وغیرہ اپنی کتابوں میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اور تو اور امیرالمومنین فاروق اعظم جیسے جلیل القدر صحابی کے اقوال بھی ان کے نزدیک کچھ حجت نہیں ہیں بلکہ اگر قرآن کی کوئی آیت یا رسول اللہ کا کوئی فرمان ان حضرات کے "مزاج شریف" کیخلاف جا رہا ہو تو یہ اسے بھی ٹھکرا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے، جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب "ابن ماجہ" عربی ص۹۹ میں نابینا صحابی کی مشہور حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست پر انہیں رب کی بارگاہ میں دعا کے ضمن میں اپنا وسیلہ پیش کرنے کی تلقین فرمائی تھی۔ اس کے متعلق ابن ماجہ کے اسی صفحے میں موجود ہے کہ امام المحدثین امام عبدالحق نے فرمایا۔ ھذا حدیث صحیح یعنی یہ حدیث صحیح ہے مگر غیر مقلدین نے جب اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا تو چونکہ یہ حدیث ان کے عقیدے پر ڈاکٹر علامہ اقبال کی اصطلاح میں "ضرب کلیم" کی حیثیت رکھتی تھی اس لئے وہ امام عبدالحق محدث مذکور کے اس مبارک جملے کو صاف اڑا گئے لیکن بڑی حیرت کی بات ہے کہ یہاں پر ان کیلئے علامہ اقبال جن کو وہ خود فاسق و فاجر وغیرہ پتہ نہیں کیا کیا القابات دیتے ہیں ان کے اقوال مولانا کیلئے قرآن کی آیت اور فرمان رسول ﷺ کی حیثیت اختیار کر گئے، ان کیلئے اعلیٰ درجے کی دلیل بن گئے سچ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

افتراء نمبر۱۰ کا جواب :۔

مولانا نے ہم پر دسواں افتراء باندھتے ہوئے لکھا ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں "مشرکین عرب بتوں کا طواف کیا کرتے تھے دیکھو تفسیر ابن کثیر آیت ان الصفاء والمروۃ پ۲۔ بریلوی حضرات بھی قبروں کا طواف کرتے ہیں اور

"بہار شریعت" ص۱۳۳ از امجد علی میں لکھا ہے کہ حصول برکت کیلئے قبروں کا طواف کرنا جائز ہے یہ بھی مشرکین عرب سے مشابہت ہے"۔

الجواب :۔ یہ بھی ہم پر مولانا کا بہت بڑا افتراء اور تاریخی جھوٹ ہے ہمارے مسلک کے ذمہ دار قسم کے علماء بارہا اس امر کی وضاحت فرما چکے ہیں کہ کعبہ شریف کی طرح کسی بھی قبر یا مزار کا طواف کرنا حرام اور ناجائز ہے، چنانچہ شیخ الاسلام اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی معرکتہ الاراء اور شہرہ آفاق کتاب فتاویٰ رضویہ جلد۴ ص۸ طبع امجدیہ کراچی میں ارقام فرماتے ہیں "مزار کا طواف کہ محض بانیت تعظیم کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ انتہیٰ"۔

نیز اسی میں ص۱۸۱ پر اس کے متعلق فرمایا "بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے۔ و یمکنہ ان یطوف حولہ ثلاث مرت فعل ذلک مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری "منسک متوسط" میں تحریر فرماتے ہیں الطواف من مخمصاۃ الکعبۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء انتہیٰ

نیز اسی میں صفحہ نمبر۲۴۳ پر اس بارے میں ارقام فرمایا "اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے" اس قدر وضاحت کے باوجود مولانا کا زبردستی اسے ہمارے سر تھوپنا سراسر ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

باقی مولانا کا بہار شریعت کے حوالہ سے یہ کہنا اس میں "قبروں کے طواف کو جائز ہے" یہ بھی ان کا سفید جھوٹ ہے بہار شریعت میں قبروں کے طواف تعظیمی کو قطعاً" جائز نہیں لکھا بلکہ اس میں نہایت ہی صراحت کے ساتھ اسے ممنوع لکھا ہے ہاں اس میں قبر کے طواف تعظیمی کو منع لکھنے کے ساتھ یہ ضرور لکھا ہے کہ کسی مقرب بارگاہ سے روحانی فیض حاصل کرنے کی غرض سے ہر ایک کو نہیں اور وہ بھی برملا نہیں بلکہ صرف اہل رابطہ قسم بزرگوں کو محض تنہائی میں مزار کے گرد پھرنا جائز ہے۔ مگر مولانا نے قطع و برید سے کام لیکر اولاً" بہار شریعت کی عبارت میں تحریف کرکے اس کا حلیہ بگاڑا پھر کچھ کا کچھ بنا کر پیش کرتے ہوئے اس میں معنوی تحریف کا ارتکاب کرکے ہاتھ کی صفائی یہ دکھائی کہ اس میں مذکور مزار کے گرد پھرنے کے جواز کو طواف تعظیمی کا جواز ظاہر کرکے خواہ مخواہ ہمیں مشرک بنانے کی مذموم کوشش کی

اور ارشاد رسول ﷺ "فقد باد احدھما" کے مستحق قرار پائے جبکہ قبر کے طواف تعظیمی اور اس کے پاس پھرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے چنانچہ بہار شریعت کی عبارت اس طرح ہے۔

"اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کیلئے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں مگر عوام منع کیے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے کہ کچھ کا کچھ سمجھیں گے"۔

اب یہ وضاحت مولانا ہی فرمائیں گے کہ بہار شریعت کی اس عبارت کا حلیہ اور مفہوم بگاڑنے کی انہیں کیوں ضرورت پیش آئی اور یہ کارنامہ انہوں نے کیوں اور کس مصلحت کی بناء پر سرانجام دیا ہے۔

رہا یہ کہ مزار کے گرد پھر کر صاحب مزار کی روح مبارک سے فیض حاصل کرنے کے جواب کی شرعی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اولاً :۔ صاحب مزار (نبی اور ولی) کا اپنے مزار میں دنیوی زندگی کی بہ نسبت نہایت ہی کامل اور اکمل ترین زندگی کے ساتھ زندہ ہونا قرآن و سنت سے ثابت ہے جس کی ایک مختصر دلیل صحیح بخاری (عربی ج ۲ ص ۹۶۳ طبع کراچی) کی یہ حدیث بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کنت سمعه الذی به و بصره التی یبصر بھا ویده التی یبطش بھا ورجله التی یمشی بھا و ان سالنی لا عطینه" یعنی میں اپنے مقرب بندے کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگے تو میں اسے ضرور ضرور عطا کرتا ہوں۔ الحدیث ۔ جبکہ ولایت روح کی صفت ہے اور روح کو قطعاً فنا نہیں کہ وہ امر ربی ہے پس جب روح باقی ہے تو اس کے کمالات بھی باقی ہیں خواہ وہ اپنے جسم میں رہے یا اس سے باہر رہے۔

ثانیاً :۔ غیرانبیاء علیھم السلام میں ہر صاحب مزار ہر قسم کا فیض نہیں دے سکتا، جیسے ہر عالم ہر علم کا ہر مسئلہ نہیں بتا سکتا بلکہ ہر ایک اپنے شعبہ کا دھنی ہو سکتا ہے۔ "ان

لکل فن رجالا"

ثالثاً :۔ فیض پہنچانے کا مطلب صاحب مزار کا اپنے مستفیض کے حق میں اس کے مقصد خیر میں کامیابی کی خدا سے دعا کرنا ہے نہ یہ کہ خدا کے اذن و مشیت سے ہٹ کر ازخود کچھ دینا۔

رہا یہ کہ اللہ تو ہر ایک کی سنتا ہے پھر ان کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مقربین کی جلد اور ضرور سنتا ہے اور تقدیر مبرم نہ ہو تو حسب وعدہ خود انہیں بعینہ ان کی منہ مانگی عنایت فرماتا ہے اور یہ ہر ایک کو حاصل نہیں وہ خود فرماتا ہے۔ ان سالنی لا عطینه

پس جو اس مقام کا حامل نہیں اگر وہ اس مقام کے مالک کے پاس چلا جائے تو اس میں کون سی شرعی خرابی ہے؟

رابعاً :۔ اس مسئلہ سے ہمارا اور ہمارے مخالفین کا اختلاف اس کے مسنون یا غیرمسنون ہونے کا نہیں بلکہ اس کے جواز و عدم جواز اور شرک و عدم شرک کا اختلاف ہے جبکہ وہ آج تک اس کے ناجائز اور شرک ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں پیش کر سکے نہ ہی وہ قیامت تک اس کی کوئی شرعی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صدقین

مگر عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے وہ انہیں مسنون اور غیرمسنون کی بحث میں الجھا دیتے ہیں جبکہ کسی امر کے جائز ہونے کیلئے اس کا مسنون ہونا کچھ ضروری نہیں مثلاً ٹوٹی سے وضو کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ مسنون نہیں۔ وله امثله اخریٰ لا یسعھا المقام

خامساً :۔ البتہ کسی اہل اللہ کے مزار سے فیض حاصل کرنے کے اس مخصوص طریقہ کی بنیاد اہل کشف اولیاء کرام کا کشف ہے جس کے ہم شرعاً اگرچہ مکلف نہیں ہیں تاہم بلا دلیل شرعی اس کا انکار بھی تو حماقت ہے۔

سادساً :۔ اس طریقہ سے وفات یافتہ بزرگوں کی مزارات سے فیض حاصل کرنا خود

مولانا کے بزرگوں کو بھی مسلم ہے پس مولانا میں اگر جرات ہے تو لگائیں اپنے بڑوں پر شرک کا فتویٰ۔

چنانچہ (۱) ہندوستان میں غیر مقلد مذہب کے بانی مولانا اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" (اردو ص۳۱۷۔۳۱۸ طبع لاہور) میں اپنے پیر کے بارے میں لکھا ہے کہ "حضرت جناب غوث الثقلین اور جناب خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریبا" عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازعہ رہا تا آنکہ ---- شرکت پر صلح ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں۔ اھ

(۲) (اسی میں ص۳۱۸ پر ہے) کہ ان کے پیر نے حضرت خواجہ خواجگان قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کے مزار پر مراقبہ کیا اور مزار ہی سے آپ نے انہیں نسبت چشتیہ عنایت فرمائی۔ ملخصا" ۔ اھ

(۳) نیز اسی میں (ص۱۱۵ پر ہے) کہ جس ولی کو بھی ولایت ' قطبیت 'غوثیت اور ابدالیت ملتی ہے یا جس کو بھی دنیا کی بادشاہت اور حکومت ملتی ہے حضرت علی کے زمانہ سے لیکر دنیا کے ختم ہونے تک یہ سب کچھ آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ ملخصا" ۔ اھ

(۴) نیز مشہور غیرمقلد عالم مولانا وحیدالزمان صاحب اپنی کتاب ہدیۃ المہدی (ص۲۲ طبع دہلی) میں لکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام کے مزارات سے روحانی فیوضات و برکات کا حاصل ہونا برحق اور ہمارے بہت سے علماء مشائخ کے نزدیک ثابت ہے اور ہمارے شیخ شاہ ولی اللہ عبدالعزیز سید احمد وغیرھم کا یہی مسلک ہے۔ ملخصا" ۔ اھ

غیرمقلدین کے مسلم پیشوا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل لولیاء اللّٰہ" (ص۹۹۔۱۰۰ طبع عباسی کتب خانہ کراچی) میں کشف قبور کے طریقہ کے بیان کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

بعدہ ہفت کثرات طواف کند (الی) انشاء اللہ کشف قبور و کشف لرواح حاصل آید" یعنی اس کے بعد سات بار مزار کے گرد پھرے انشاء اللہ کشف قبور

اور کشف ارواح حاصل ہوگا۔ ملخصا" ۔ اھ

خلاصہ یہ کہ قبر کا طواف تعظیمی جیسا کہ کعبہ شریف کا طواف کیا جاتا ہے ہمارے نزدیک ناجائز اور ممنوع ہے اور مولانا نے ہماری طرف اس کا جواز منسوب کرکے تاریخ کا بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ ہمارے کسی ایک بھی مستند عالم دین نے اسے جائز نہیں لکھا ہے اور جن بعض علماء نے مزار کے گرد پھر کر صاحب مزار سے فیض حاصل کرنے کا صرف مخصوص لوگوں کیلئے جو مخصوص طریقہ لکھا ہے اولا" اسے طواف اصطلاحی بتانا غلط اور افتراء ہے پھر اس کے جواز کے بیان میں خود مولانا کے بڑے بڑے غیرمقلد علماء بھی شریک ہیں۔ اب بھی مولانا اگر اسے شرک اور اس عمل کو مشرکین سے مشابہ قرار دینے پر ڈٹے رہیں تو انہیں یہ بھی لکھ کر دینا ہوگا کہ ان کے مذکورہ تمام علماء کافر ؤ شرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور جو انہیں بزرگ اور اپنا پیشوا مانے وہ بھی انہیں جیسا کافر و مشرک ہے۔

یوں تو دوڑیں برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

باقی رہا تفسیر ابن کثیر کا حوالہ کہ مشرکین اپنے بتوں کا طواف کرتے تھے؟ تو یہ برتقدیر تسلیم مولانا کو کچھ مفید نہیں اور نہ ہی ہمیں کچھ مضر ہے کیونکہ ہم بھی کعبہ مطہرہ کے علاوہ کسی اور چیز کا تعظیمی طواف قطعا" جائز نہیں سمجھتے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حوالہ کے پیش کرنے میں بھی مولانا نے اصول کی کئی خلاف ورزیاں کی ہیں اور اس کے نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے۔

اولا" :۔ یہ کہ ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول تفسیر قرطبی کے حوالے سے مذکور ہے جبکہ ابن کثیر نے اس کی کوئی سند نقل نہیں کی جبکہ غیرمقلدین کے نزدیک قرآن اور فرمان رسول ﷺ کے علاوہ کسی کا کوئی قول یا فعل حجت نہیں۔ تعجب ہے کہ مولانا نے اپنے اس اصول سے انحراف کرتے ہوئے صحابی رسول کے قول کو حجت سمجھ کر ایک بے سند روایت کو اپنی دلیل کیونکر بنا لیا۔ سچ ہے

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

افتراء نمبر۱۱ کا جواب :۔

گیارھواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے "مشرکین عرب اپنے بتوں کو دھوتے تھے اور غسل دیتے تھے اور میلے لگاتے تھے بریلوی حضرات بھی بزرگوں کی قبروں کو عرق گلاب سے غسل دیتے اور قبروں پر میلے لگاتے ہیں جبکہ قبروں پر اجتماع اور یہ میلے وغیرہ لگانا منع ہے۔ مشکوٰۃ ص۲۹۸ باب النذور" دیکھو بریلویوں کے میلے وغیرہ مشرکین عرب کا سا طرز عمل ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا۔ من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔

الجواب:۔ مولانا کا یہ افتراء کئی افتراء ات اور کئی کذب بیانیوں کا مجموعہ ہے۔

اولاً:۔ انہوں نے یہ دعویٰ تو کر دیا ہے کہ مشرکین عرب اپنے بتوں کو دھوتے تھے اور غسل دیتے تھے لیکن اس کا انہوں نے کوئی ثبوت مہیا نہیں کیا پس جب سرے سے ان کی بنیاد ہی خود ساختہ ہے تو اس کے سہارے قائم کردہ ان کے استدلال کی دیوار کیسے قائم رہ سکتی ہے۔

ثانیاً:۔ ان کا اس بات کو ہمارا مذہب بنا کر پیش کرنا بھی بہتان عظیم اور تاریخ کا بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ ہمارے نزدیک مزارات کو عراق گلاب سے دھونا اسراف اور فضول خرچی میں شامل ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (فتاویٰ رضویہ ج۴ ص۱۴۳ طبع کراچی) میں اس مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

"قبر میں گلاب وقت دفن چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ انتہیٰ"۔

اس کے باوجود مولانا کا اس امر کو ہمارا عقیدہ بنا کر پیش کرنا یہود و نصاریٰ کا طرز عمل نہیں تو اور کیا ہے۔

اولیائے کرام کے مزارات پر لہو و لعب پر مشتمل میلے لگانا جیسے آج کے دور میں جہلاء کرتے ہیں یہ بھی ہمارے نزدیک جائز نہیں، مولانا کا اسے بھی ہمارے سر تھوپنا ان کا ایک اور بہت بڑا جھوٹ ہے جس کے وہ خدا کے ہاں جوابدہ ہیں اور اگر وہ اپنے اس

دعوے میں سچے ہیں تو ہمارے کسی ایک ذمہ دار عالم کی کسی ایک مستند کتاب کا کوئی ایک حوالہ پیش کر کے دکھائیں لیکن۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مزارات اولیاء پر زیارت وغیرہ نیک امور کی غرض سے اجتماع کرنے اور وہاں پر جمع ہونے کے ناجائز ہونے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں، اس لئے مولانا کا اسے مشرکین کے بتوں کے میلوں سے تشبیہ دینا ایسے ہے جیسے کوئی ناپاک ہندو حج کے اجتماع کو ہولی دیوالی کے اجتماع سے تشبیہ دے۔ لہٰذا اس مقام پر اس حدیث من تشبه بقوم فهو منهم کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے۔ باقی مشکوٰۃ شریف ص۲۹۸ کے حوالے سے جو مولانا نے لکھا ہے کہ اس میں قبروں پر اجتماع کی ممانعت لکھی ہے یہ بھی مولانا کا اس صدی کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں اس صفحے پر کوئی ایک بھی حدیث ایسی نہیں جس کے ایک لفظ میں بھی مزارات اولیاء پر زیارت وغیرہ نیک امور کی غرض سے جمع ہونے کو ناجائز قرار دیا گیا ہو۔ مولانا اپنے اس دعوے میں اگر ذرا برابر بھی سچے ہیں تو وہ اس کی نشاندہی کر کے اپنی جان خلاصی کرائیں۔

افتراء نمبر۱۲ کا جواب:۔

مولانا نے بارھواں افتراء باندھتے ہوئے لکھا ہے کہ مصر کے مشرک دریائے نیل کی گیارھویں دیا کرتے تھے اور ہر چاند کی ۱۱ تاریخ کو ایک نوجوان خوبصورت لڑکی دلہن بنا کر دریائے نیل میں غرق کر دیتے تھے اس رسم کو اسلام نے آ کر مٹایا دیکھو (تاریخ الخلفاء عربی للسیوطی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۹۱) بریلوی حضرات بھی عبدالقادر کی گیارھویں دیکر مشرکین مصر کی مشابہت کرتے ہیں۔

یہ ٹھہرے ہیں اب دین کے پیشوا
مذہب ان کا ہے وارث انبیاء

☆ ... ○ ... ☆

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نکلا

الجواب :۔ پروپیگنڈہ تو یہ تھا کہ غیر مقلدین قرآن و حدیث کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چلتے مگر اس مقام پر حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب المعروف گیارھویں شریف کو ناجائز ثابت کرنے کی باری آئی تو انہیں نہ تو قرآن مجید کی کوئی آیت مل سکی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد مل سکا۔ اس لئے کل شئی یرجع الی اصلہ کے قاعدہ کے مطابق امام الاولیاء کے ایصال ثواب پر کیچڑ اچھالتے ہوئے انہوں نے دستک دینی چاہی تو انہیں اپنے آقایان نعمت مشرکین مصر کے دروازے کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آیا۔ مولانا کے اس استدلال کا منشا یہ ہے کہ جس کام میں مشرکین سے تھوڑی سی مشابہت بھی پائی جائے وہ ان کے نزدیک ناجائز ہو کر رہ جاتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ کلیہ قرآن کی کس آیت یا کس حدیث میں پایا جاتا ہے مولانا پر فرض تھا کہ وہ اپنے اس کلیہ کو ثابت کرنے کے بعد کچھ لب کشائی کرتے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بتانا بھی ان کا فرض تھا کہ مطلقاً" ہر قسم کی مشابہت کسی امر کے عدم جواز کی دلیل ہے یا ایسا صرف بعض صورتوں میں ہے جبکہ گیارھویں شریف کو مشرکین مصر کے اس غلط عمل سے دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ وہ محض اپنی قومی رسم و رواج کے مطابق ایک قیمتی انسانی جان کو ضائع کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے تھے جبکہ حضور غوث پاک کی گیارھویں شریف میں کوئی ایک بھی بات ایسی نہیں جو شریعت کے کسی حکم سے ٹکراتی ہو۔

علاوہ ازیں مولانا نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے کہ مصر کے وہ مشرک ہر چاند کی گیارہ تاریخ کو ایسا کرتے تھے اس میں صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے علاقے میں مروج مہینوں کی گیارہ تاریخوں کے گزر جانے کے بعد اس رسم کو بجالاتے تھے اور اس میں اس کی بھی کوئی تصریح نہیں ہے کہ وہ یہ کام ہر مہینے کیا کرتے تھے بلکہ سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال میں ایک بار اس طرح کرتے تھے جیسے غیر مقلدین ہر سال ایک مرتبہ اپنے مرکز طیبہ کاموکی میں سالانہ اجتماع کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنی بات کو ہم پر انہوں نے کیسے تھوپ دیا پھر تاریخ الخلفاء جس کے حوالے سے مولانا نے یہ بات لکھی ہے اس کے کسی لفظ کا یہ معنی نہیں کہ مشرکین مصر اپنے اس عمل کو گیارھویں

کا نام دیتے تھے بلکہ یہ محض مولانا کی فیاضی اور کرم بخشی ہے کہ انہوں نے ان کی سرپرستی فرماتے ہوئے ان کے اس عمل کا عنوان تجویز فرما دیا جس پر وہ یقیناً" اپنے عزیزوں کی طرف سے بیحد شکریے کے مستحق ہیں۔

اگر مولانا کے اس استدلال کو تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کے بہت سے لازمی امور سے بھی ہاتھ دھونا پڑیگا۔ مثلاً" صحیح بخاری شریف صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ دسویں محرم کا روزہ یہودی رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو دریائے نیل سے باامن و سلامتی گزارا اور ان کے دشمن فرعون اور اس کے ساتھیوں کو اس میں ڈبویا تھا ہم اس شکریے میں ہر سال یہ روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں ' پس آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا امر فرمایا۔ مولانا غور فرمائیں ' اس حدیث میں ان کے پسندیدہ دریائے نیل کا ذکر بھی ہے اور یہود کا تذکرہ بھی تو کیا عاشورہ کا روزہ رکھنے والے سب غیر مقلدین ان کے نزدیک معاذ اللہ یہودیوں میں شامل ہیں اسی طرح ' صفا ' مروہ کے درمیان سعی بھی ان کے اس اصول کے مطابق ناجائز ' حرام ' قرار پائیگی۔ کیونکہ یہاں پر مشرکین مکہ نے اپنے دو بت نصب کئے ہوئے تھے جن کے درمیان وہ دوڑ لگاتے تھے جیسا کہ مولانا کی پیش کردہ آیت ان الصفا والمروۃ الایۃ کے تحت خود ان کی پسندیدہ کتاب تفسیر ابن کثیر میں بھی ہے جسے انہوں نے عمداً" ذکر نہیں کیا تاکہ خود پر وارد ہونے والے اس اعتراض سے نہایت ہی چابکدستی سے اپنا دامن بچا سکیں۔ فالی اللہ المشتکی

افتراء نمبر ۱۳ کا جواب :۔ تیرھواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو کسی مزار پر آتے جاتے دیکھا اور سنا کہ وہ کہہ رہا تھا "اے بزرگ تو میری مرادیں پوری کیوں نہیں کرتا ' یا تجھے میرے حالات کا علم نہیں تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا "کیف تکلم اجسادا" لا یستطیعون جوابا" ولا یسمعون صوتا" ولا یملکون شیئا" ثم قرا ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور"

ترجمہ۔ تو کیوں کلام کرتا ہے ایسے جسموں سے جو جواب نہیں دے سکتے اور نہ آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز کے مالک ہیں پھر یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔ "بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنا سکتا ہے مگر اے پیغمبر آپ قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ غیراللہ سے حاجات مانگنا شرک ہے اور بریلوی حضرات اپنے امام کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور بزرگان دین کے مزاروں پر جا کر اپنی حاجات پیش کرتے ہیں اور اہل قبور سے مرادیں مانگتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ اس عمل کے مخالف ہیں۔

الجواب:۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا کے ایک ہم عقیدہ ہم نوالہ و ہم پیالہ مولوی صاحب اس کی سخت تردید کر چکے اور اسے محض بے اصل اور بے بنیاد بتا چکے ہیں۔ اس لئے ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے اسی کے حوالہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔ ملاحظہ ہو۔
قہر حق برائے صاحب نداء حق ص۲۳۵ تا ۲۴۱ طبع مکتبہ امدادیہ ڈی آئی خان

افتراء نمبر۱۴ کا جواب:۔

مولانا نے ہم پر چودھواں افتراء باندھتے ہوئے لکھا ہے "ایسے ہی حضرت امام ابوحنیفہ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے مگر بریلوی حضرات اپنے امام کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ ان کے مقلد کہلواتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا یہ قول کتاب الاثار امام محمد میں ہے ۔ انتہا

الجواب:۔ بحمد اللہ ہم نے اس مقام پر بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے کسی فتوے یا قول کی مخالفت نہیں کی کتاب الاثار کے اس حوالے کا مفہوم برتقدیر تسلیم صرف اتنا ہے کہ قبر کو اندرونی حصے سے پختہ بنانا نامناسب ہے اس میں کسی ایک لفظ کا بھی یہ معنی نہیں کہ قبر کو اوپر سے پختہ بنانا ناجائز ہے کیونکہ ایسا کرنا تو خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں صحیح بخاری وغیرہ کے حوالے سے صحابی رسول عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پاک کے بارے میں گزر چکا ہے۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہوا کہ خود غیرمقلدین حقیقت میں حدیث کے مخالف ہیں

اگر وہ حدیث کے مخالف نہ ہوتے تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مزار مبارک کے پختہ ہونے کے ثبوت کے بعد وہ اس مسئلہ پر کیچڑ نہ اچھالتے۔ سچ ہے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

افتراء نمبر۱۵ کا جواب:۔

پندرہویں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے اس عنوان کے تحت کہ "شاہ احمد نورانی کو دیکھنے والا صحابی ہے" لکھا ہے بریلوی حضرات اپنے بزرگوں کو اس قدر بڑھاتے ہیں کہ نبی کا درجہ دیتے ہیں انہیں کے بارے میں علامہ حالی نے لکھا ہے۔

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کر مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ ایمان بگڑے نہ اسلام جائے
(مسدس حالی)

فیصل آباد کے ایک بھرے مجمع میں ایک آدمی نے سٹیج پر چڑھ کر کہا "شاہ احمد نورانی اپنے باپ کے عظیم فرزند ہیں اور میں یہ کہنے میں باک محسوس نہیں کرتا کہ شاہ احمد نورانی صدیقی کا نورانی چہرہ دیکھنا موجودہ دور میں حضور پرنور ﷺ کی زیارت کرنے کے برابر ہے۔ (اسلامی جمہوریہ ۴ اکتوبر ۱۹۷۸ء لاہور)

الجواب:۔ یہ بھی مولانا کا ہم پر اس صدی کا بہت بڑا جھوٹ ہے یہی وجہ ہے کہ اپنے اس بے بنیاد دعوے کے ثبوت میں حوالے کیلئے انہیں ہمارے مسلک کے کسی ذمہ دار عالم کا کوئی حوالہ نہیں مل سکا۔ اس لئے انہوں نے حوالہ پیش کیا تو ایک غیرمعروف اخبار کا جبکہ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صحافی حضرات بعض باتوں کا حلیہ بگاڑ کر اسے محض اپنے لفظوں میں پیش کرتے ہیں جس سے کچھ کا کچھ بن

جاتا ہے۔

باقی اس بارے میں انہوں نے جو حالی کے اشعار ہمارے خلاف پیش کئے ہیں وہ بھی نہ قرآن کی کوئی آیت ہیں نہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث ہیں اس لئے وہ ہم پر کچھ حجت نہیں۔ علاوہ ازیں حالی صاحب مولانا کے ہم عقیدہ ہیں اس لئے وہ ہم پر کسی طرح حجت نہیں ہوسکتے اور مولانا کا اپنے ہم عقیدہ مولوی کو ہم پر دلیل بنا کر پیش کرنا ایسے ہے جیسے کوئی سنی غیر مقلدین کیخلاف لکھے گئے علمائے اہلسنت کے فتوے پیش کر کے غیر مقلدین کے مقابلے میں دلیل بنا کر پیش کردے۔ مولانا اپنے اس مضمون میں کئی بار لکھ چکے ہیں کہ ان کی دلیل محض قرآن اور حدیث ہے جبکہ اس مقام پر انہوں نے ایک غیر معروف اخبار ' غیر معروف شخص اور اپنے ایک ہم عقیدہ مولوی صاحب کے اشعار کو بطور دلیل بنا کر پیش کیا ہے جس سے انہوں نے اپنے اصول کے مطابق ان چیزوں کو قرآن و حدیث کا درجہ دیکر اللہ اور رسول کی سخت توہین کی ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ وہ جس الزام میں ہمیں ملوث کرنا چاہتے تھے اس کے مرتکب وہ خود ہی ہیں۔

افتراء نمبر ۱۶ کا جواب :۔

افتراء نمبر ۱۶ باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ مزید غور کریں بریلوی شاعر ایوب علی رضوی اپنے قصیدہ میں احمد رضا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

میرا مشکل کشا احمد رضا
خلق کے حاجت روا احمد رضا
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا
جو دیا تم نے دیا احمد رضا
دونوں عالم میں تیرا آسرا
ہاں مدد فرما شاہ احمد رضا

حوالہ مدائح اعلیٰ حضرت از ایوب علی رضوی ص ۵

اندازہ کرو کہ احمد رضا کے محب نے احمد رضا کو خدا بنا دیا ہے اب بتاؤ گستاخ کون ہے اور ایسے بکواس پر کوئی مقدمہ کیوں نہ چلایا بلکہ ان کے اشعار کو بڑے شوق سے پڑھتے

ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔

الجواب :۔ مولانا نے جس غیر معروف رسالے کا حوالہ دیا ہے وہ اس وقت ہمارے سامنے نہیں او.ر نہ ہی مارکیٹ میں عام دستیاب ہے تاہم مذکورہ بالا جن اشعار کو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی توہین بنا کر پیش کیا ہے یہ محض ان کے خودساختہ شرکی معیار کا نتیجہ اور ان کے ذہن کی اختراع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی شرعی دلیل پیش کرنے میں کلی طور پر ناکام رہے ہیں اور نہ ہی وہ اسے کبھی ثابت کرسکتے ہیں باقی جو انہوں نے بکواس وغیرہ کہہ کر ہمیں گالیاں دی ہیں تو یہ بھی ان کی عاجزی کی دلیل ہے اور ہم گالی کا جواب گالی میں دینے کی بجائے صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں۔ کل اناء تیر شح بما فیہ کیونکہ ایک شریف آدمی گالی کا جواب گالی سے نہیں دے سکتا اور اس سے ان کے اس پروپیگنڈے کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی کہ اہلحدیث قرآن وحدیث سے باہر نہیں جاتے اور نہ ہی وہ اپنے مخالف فریق کو گالیوں سے یاد کرتے ہیں باقی ان کے پیش کردہ اشعار کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مخلوق کو بھیڑنما بھیڑیوں سے بچا کر ان کی عقدہ کشائی فرمائی اور رہنمائی کی اور آپ کی تعلیمات پر عمل دنیا و آخرت میں سرخروئی کا سبب ہے جو ایک حقیقت ہے۔ چونکہ آپ نے دنیا کو سلف صالحین کے نہج پر قرآن وسنت ہی کی تعلیم دی ہے جو آپ کی جلیل القدر تصانیف سے ظاہر ہے ' اگر کسی بزرگ کو ان الفاظ میں یاد کر کے ان سے استمداد کرنا یا انہیں ان کی دینی خدمات پر داد تحسین پیش کرنا اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور توہین ہے تو مولانا ذرا کان کھول کر سنیں کہ ان کے مذہب کے ایک ذمہ دار عالم مولوی صدیق حسن خان صاحب بھوپالی اپنے دو مرے ہوئے وہابی مولویوں سے استمداد کرتے ہوئے انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

قبلہ دیں مدد دے کعبہ ایماں مددے
شیخ سنت مدد دے قاضی شوکاں مدد دے

مولانا بتائیں کہ ان کے نزدیک ان کے اس مذہبی پیشوا کا شرعی حکم کیا ہے اور ان کا ٹھکانا ان کے نزدیک کہاں ہے۔

یوں نہ دوڑیں برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

افتراء نمبر ۱۷ کا جواب:۔

سترھواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ مزید سنئے بریلوی حضرات یہ شعر عام پڑھتے ہیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

سید علی ہجویری کے دربار میں یہ شعر لکھا ہوا ہے اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی توہین بھی ہے اور رسول اکرم ﷺ کی بھی۔ اللہ تعالیٰ کی توہین یوں کہ اس شعر میں سید علی ہجویری کو گنج بخش یعنی خزانے بخشنے والا کہا گیا' حالانکہ قرآن مجید میں ذکر ہے۔
للہ خزائن السموات والارض (سورۃ منافقون)
ترجمہ۔ زمین و آسمان کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خود سید علی ہجویری اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں یہ لکھ گئے ہیں کہ لوگ مجھے گنج بخش (خزانہ بخشنے والا) کہتے ہیں حالانکہ میرے پاس کسی کو دینے کیلئے ایک دانہ بھی نہیں" لیکن بریلوی حضرات سید علی ہجویری کو خزانے بانٹنے والا کہہ کر رب العزت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ذرا بھی شرم نہیں کرتے اور اس شعر میں رسول اکرم ﷺ کی گستاخی اس طرح کہ سید علی ہجویری کو پیر کامل کہا اور کاملوں کا راہنما حالانکہ پیر کامل حضرت محمد ﷺ اور تمام انبیاء کامل انسان ہوتے ہیں علامہ رومی فرماتے ہیں۔ ؎

آدمیت را از آدم ابتداء
آدمیت را با احمد انتہا

اور حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں کامل بہت سے مرد ہیں لیکن عورتوں میں کمال والی عورتیں صرف تین ہیں۔ (۱) مریم بنت عمران (۲) آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کی تمام کھانوں پر۔ (تفسیر ابن کثیر

تفسیر آیت ۴۲ سورۃ آل عمران)
اندازہ کرو تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے کامل بندے ہوتے ہیں اور محمد ﷺ سب انبیاء میں اکمل انسان ہیں مگر بریلوی حضرات جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید علی ہجویری ایسے کامل بندوں کے بھی راہنما ہیں۔ اس گستاخی کا اندازہ کرو صرف محمد ﷺ کی نہیں بلکہ سارے انبیاء کی توہین کے مرتکب ہیں اللہ رب العزت کی بھی اس میں توہین ہے مگر بریلویوں پر کوئی مقدمہ نہیں چلاتا اور ایسی گستاخی کا ان سے کوئی بدلہ نہیں لیتا افسوس اب بتاؤ گستاخ کون ہے۔ بریلوی حضرات اللہ تعالیٰ کی شان میں جو گستاخی کرتے ہیں اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

الجواب:۔ اس کے کئی جواب ہیں مولانا کی اصطلاح میں بریلوی ایک نئے مسلک کا نام ہے اور ان کے نزدیک اس کی ابتداء اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخان صاحب فاضل بریلوی سے ہوئی جن کی ولادت ۱۲۷۲ھ اور وفات ۱۳۴۰ھ ہے پس پہلے تو ان کا اپنے اس اصول کی روشنی میں اس شعر کو بریلویوں کی ایجاد کہنا ہی سرے سے جھوٹ ہے کیونکہ یہ شعر نہ تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور نہ ہی آپ کے کسی شاگرد اور مرید کا بلکہ یہ شعر خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا ہے جو اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے کئی سو سال پہلے ۶۰۰ھ میں ہو گزرے ہیں۔

علاوہ ازیں خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو بڑے بڑے ذمہ دار قسم کے غیرمقلد علماء بھی اللہ کا ولی اور اپنا بزرگ سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کے مسلک کی کتاب "ارباب طریقت" اور ان کے مسلم پیشوا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے ظاہر ہے۔

پس اگر یہ گستاخی ہے تو سب سے بڑے گستاخ وہ غیر مقلد علماء ہیں جنہوں نے اس کے قائل کو اپنا بزرگ' پیشوا اور ولی تسلیم کیا ہے۔

اس سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تو بھی اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی یا رسول اللہ ﷺ کی کسی قسم کی کوئی گستاخی یا توہین ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس کے پہلے

مصرع کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا صاحب اللہ تعالیٰ کے لطف و عطا کے ایسے مظہر ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کا فیضان جاری ہے یہ بات حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ نے داتا صاحب کے مزار پر چلہ کشی کے بعد فرمائی تھی۔ شرک تب ہوگا جب اس میں اس بات کا ذکر ہوتا کہ داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ کمال اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر اپنا ذاتی اور ازخود ہے۔ یہ حضرت خواجہ صاحب کی نگاہ ولایت کی وسعت سمجھیں کہ وہ دور حاضر کے قرآن و سنت کے محرفین کی غلط تاویلوں اور خود ساختہ شرکی معیارات کو سامنے رکھ کر خود اسی شعر میں "مظہر نور خدا" کہہ کر صدیوں پہلے اس بات کی طرف اشارہ فرما گئے کہ داتا صاحب کے جتنے کمالات ہیں وہ ان کے اپنے اور ذاتی نہیں کہ اس کو شرک کہا جائے بلکہ وہ خدا کی عطا ہیں اس لئے انہیں شرک اور خدا کی توہین کہنا کمالات ولایت کا انکار اور بذات خود اللہ تعالیٰ کی توہین کے مترادف ہے۔ مولانا اور اس کے ہمنواؤں کے نظریہ کے مطابق اس شعر کا یہ مصرعہ اس لئے شرک ہے کہ اس میں داتا صاحب کو گنج بخش کا نام دیا گیا ہے جس کے معنی ان کے بقول خزانے بخشنے والا کے ہیں گویا کہ ان کے نزدیک گنج بخش اللہ تعالیٰ کا ایسا نام ہے جس کا اطلاق کسی صورت میں کسی اور پر نہیں ہو سکتا، مگر انہوں نے اپنے اس دعوے کو قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث سے ثابت کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا اس قسم کا کوئی نام ہے جسے وہ تا صبح قیامت کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر ان میں ذرا برابر صداقت ہے تو ہمارے حسب مطالبہ وہ اسے قرآن و سنت سے ثابت کر دکھائیں۔ ہمارے نزدیک اولا" گنج بخش بہت بڑے سخی کے معنی میں ہے اور یہ نام آپ کی سخاوت کی بنا پر مشہور ہوا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ نام آپ کے روحانی فیوض و برکات کے کثرت سے جاری ہونے کے باعث ہو۔ باقی اس کی وضاحت ابھی سطور بالا میں آ چکی ہیں کہ آپ کا یہ کمال اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر اور ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس لئے اسے شرک کہنا سراسر ظلم ہے باقی اس موقع پر انہوں نے جو آیت پیش کی ہے وہ قطعا" ان کے دعویٰ کا شرعی ثبوت نہیں اس میں یہ ضرور لکھا ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے حقیقی طور پر اللہ کی ملکیت ہیں لیکن اس کے کسی ایک لفظ کا بھی یہ معنی نہیں ہے کہ

اللہ تعالیٰ اپنے ان خزانوں میں سے کسی کو کچھ عطا نہیں فرماتا بلکہ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ خزانے بنائے ہی اس لئے ہیں کہ وہ افراد مخلوق کے حسب استطاعت انہیں ان میں سے عطا فرمائے، چنانچہ پارہ نمبر ۱۴ سورۃ الحجر رکوع نمبر ۲ آیت نمبر ۲۱ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وان من شئی الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم

ترجمہ۔ اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم انداز سے۔

ظاہر ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خزانے اس لئے عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے انہیں اپنے استعمال میں لاتے ہوئے اپنے پاس رکھیں یا دوسروں پر تقسیم کریں۔ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے کسی کو خزانے بانٹنے والا کہنا شرک نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے جسے وہی شرک کہہ سکتا ہے جس کا پورے قرآن پر ایمان نہ ہو۔ اور قرآن فرماتا ہے کہ ایسا کرنا پرانے زمانے کے یہودیوں کا طریقہ ہے۔

علاوہ ازیں یہ آیت دور اول کے ان منافقین کی تردید میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے ہمنواؤں سے یہ کہا تھا کہ وہ اپنے مال میں سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پر کچھ بھی خرچ نہ کریں گے تاکہ مدینہ ان پر تنگ ہو جائے اور وہ یہاں سے چلے جائیں۔ اللہ نے فرمایا ان کے پاس بھی جو کچھ ہے وہ تو اللہ کے خزانے میں جو اس نے انہیں دے رکھے ہیں۔ ان کے پاس اپنا کیا ہے جس کے سہارے وہ گھمنڈ میں مبتلا ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت میں ان منافقین کی تردید ہے جو مولانا اور ان کے ہمنواؤں کی طرح بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہوئے اپنا مال دوسروں پر خرچ کرنا جرم عظیم سمجھتے تھے۔ اس کے کسی لفظ کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ کوئی بھی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا یا کسی کو خزانے بانٹنے والا کہنا مطلقا" شرک ہے۔ بلکہ یہ تو اس امر کا ثبوت ہے کہ مخلوق اللہ کے دیئے ہوئے خزانوں میں سے دوسروں کو دے سکتی ہے علاوہ ازیں اس سے قطع نظر کر لی جائے تو مولانا کو یہ اجازت کس نے دی کہ وہ کفار و فاسق کے حق میں نازل شدہ آیت کو اہل ایمان پر چسپاں کر دیں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان کے مطابق خوارج کا طریقہ ہے جیسا کہ بخاری شریف کے حوالے

سے سطور بالا میں کئی بار گزر چکا ہے۔

رہا "کشف الاسرار" کا حوالہ اور اس کے متعلق مولانا کا یہ لکھنا کہ وہ داتا صاحب کی تصنیف ہے؟

تو اولاً" یہ غیر معروف اور غیر متداول رسالہ ہے جو آپ کی طرف منسوب تو ہے مگر کسی صحیح سند سے اس کا آپ کی تصنیف ہونا قطعاً" ثابت نہیں ' آپ کی صرف ایک کتاب صحیح طریق سے ثابت ہے جو "کشف المحجوب" کے نام سے معروف ہے۔ مولانا اگر اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو پہلے اس کتاب کا داتا صاحب کی تصنیف ہونا ثابت کریں اس کے بعد اسے حجت بنا کر ہم پر پیش کریں جو ایک نہایت ہی ناممکن امر ہے کیونکہ داتا صاحب کو گزرے ہوئے کم و بیش ۹۴۵ سال ہو چکے ہیں۔

اتنے طویل عرصے کے بعد کسی کی طرف کسی کتاب یا رسالے کی نسبت کرنا ظاہر ہے کہ شرعی ثبوت کا محتاج ہے۔

علاوہ ازیں اس رسالے میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ داتا صاحب نے فرمایا ہو کہ میرے پاس کسی کو دینے کیلئے ایک دانہ بھی نہیں بلکہ یہ سراسر جھوٹ ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ لوگ آپ کے روحانی فیوض کے عام ہونے اور آپ کی عظیم سخاوت کی بنا پر آپ کو اس نام سے یاد کرتے تھے اس لئے آپ نے ازراہ تواضع اپنے حق میں اس لفظ کو ناپسند فرمایا۔

دوسرے مصرع کا جواب :۔

اس شعر کا دوسرا حصہ بھی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی سے قطعاً" مبرا اور پاک ہے۔ مولانا کا اسے گستاخی قرار دینا ان کا ایسا بے بنیاد دعویٰ ہے جس پر انہوں نے شریعت مطہرہ کی کوئی دلیل پیش کرنے کی بجائے اسے محض اپنی طرف سے غلط معنی کا جامہ پہنانے پر اکتفا کیا ہے۔ اس میں قائل نے جو آپ کو ناقصوں کیلئے پیر کامل اور کاملوں کیلئے راہنما قرار دیا ہے اس سے مراد دنیا بھر کے ماضی و مستقبل کے تمام کامل ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد محض وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمرہ شعبہ اور فیلڈ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

مولانا نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے ان حضرات کو بھی اپنی غلط تاویل کے

حوالے سے اس کے خود ساختہ مفہوم میں گھسیڑ دیا جو قائل کی مراد قطعاً" نہیں ہیں اور یہ ایسے ہے جیسے لوگ بانی پاکستان محمد علی جناح کو قائداعظم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں پر ان کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ وہ تمام نبیوں ولیوں اور عالم اسلام کے قائد ہیں بلکہ ان کی مراد صرف یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے حوالے سے پاکستانی سیاست میں وہ اپنی نمایاں خدمات کی بناء پر قائداعظم کی حیثیت رکھتے ہیں اگر مولانا کے اس خودساختہ اصول کو سامنے رکھ لیا جائے تو مولانا اور اس کے ہمنواؤں سمیت ان کے اس فتوے کی رو سے وہ تمام مسلمان دائرہ اسلام سے خارج اور نہ صرف حضور ﷺ بلکہ تمام انبیاء کے گستاخ اور بے ادب قرار پائیں گے ' جو بانی پاکستان کو قائداعظم کے نام سے یاد کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ مولانا کو کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتا۔

لطیفہ :۔ مولانا نے جس بات کو اس اعتراض کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کی توہین قرار دیا ہے صرف چند سطور بعد اسے انہوں نے قرآن و حدیث سے ثابت بھی مان لیا ہے۔ چنانچہ پہلے تو انہوں نے کہا تھا کہ پیر کامل اور کامل انسان صرف حضور ﷺ ہیں لیکن اس کے فوراً" بعد نہایت ہی جلی قلم سے انہوں نے ارقام فرمایا ہے حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں میں کامل بہت سے مرد ہیں لیکن عورتوں میں کمال والی عورتیں صرف تین ہیں۔ الی اخرہ

مولانا کی پیش کردہ اس حدیث کی رو سے ثابت ہو رہا ہے کہ نبیوں کے علاوہ بھی کامل انسان ہوتے ہیں کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے مردوں کا لفظ فرما کر اس میں انبیاء رسل علیہم السلام کی تخصیص فرمانے کی بجائے اسے مطلق رکھا جس میں اولیائے کرام بھی شامل ہیں جس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں بعض عورتوں کو بھی کامل قرار دیا ہے جبکہ بالاتفاق کوئی عورت نبی نہیں ہوئی پس ان عورتوں کا ولیہ ہونا متعین ہو گیا پھر ظاہر ہے جب ولی اللہ عورتوں کو کامل کہا جا سکتا ہے تو ولی اللہ مردوں کو پیر کامل یا مرد کامل کیوں نہیں کہا جا سکتا۔

ہم مولانا سے یہ بھی پوچھیں گے کہ ان کے نزدیک حضرت امیرالمومنین سیدنا صدیق اکبر ' سیدنا فاروق اعظم ' سیدنا عثمان ' سیدنا علی وغیرہم اجلہ صحابہ کرام اپنے مستفیضین کیلئے پیر کامل اور مرد کامل ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں

رکھتے تو ان کے پاس قرآن و سنت سے اس کی کیا دلیل ہے۔ اگر رکھتے تھے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کیوں نہیں ہے۔ ذرا وجہ فرق بیان فرمائیں۔

الغرض مولانا نے جس چیز کو گستاخی قرار دیا تھا تھوڑی دیر میں انہوں نے اس کا اپنے ہی قلم سے قرآن و سنت کے مطابق ہونا تسلیم کر لیا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

باقی انہوں نے اس موقع پر ہمیں جو کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان استعمال کرتے ہوئے گالیاں سنائی ہیں ان کا جواب حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں ہم صرف یہ دیتے ہیں کہ

بیہودہ گفتن سنت جاہلاں است کہ چون بدلیل از خصم فرومانند خصومت بجنبانند (ملخصاً)

افتراء نمبر۱۸ کا جواب:۔

اٹھارواں افتراء باندھتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ ہم دن رات ان کے لاؤڈ سپیکروں سے یہ اشعار سنتے ہیں۔

حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہے
ہمیں در پہ خواجہ کے سجدہ روا ہے

بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

وہی جو مستوئ عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

ہمارے سرور عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

اللہ کے پلے میں دھرا وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے وہ لے لیں گے محمد سے

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دوں
رسول خدا خود خدا بن کر آئے

اندازہ کرو کہ کس طرح بریلویوں نے خداتعالیٰ کے نیک بندوں کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے۔ اب بتاؤ گستاخ کون؟ اور انہیں میں سے کچھ لوگ یوں بھی ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔۔

اساں قادر کولوں کی منگنا جھڑا منگیاں نال ادھار کرے
سانوں عبدالقادر کافی ہے جھڑا ڈبے بیڑے تار دیوے

اب بتاؤ گستاخ کون؟ یہ ہے عقیدہ بریلوی حضرات کا

لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء

ایک یہودی نے یہی رٹ لگائی تھی جس کی وجہ سے اس کے منہ پر ابوبکر صدیق نے تھپڑ رسید کیا تھا اور مقدمہ عدالت نبی میں گیا تو کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ آگے چل کر میں آپ کو دکھاؤں گا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں نے ملفوظات میں کیا کہا خود فیصلہ کریں کیونکہ بریلوی حضرات ان کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ (انتہا)

الجواب:۔ اس کے کئی جواب ہیں۔

جواب نمبر۱= دوسرے شعر کے سوا باقی تمام اشعار کا مضمون کفریات پر مشتمل ہے ا میں سے کوئی ایک شعر بھی نہ تو ہمارے کسی معتمد عالم کا وضع کردہ ہے اور نہ ہمارے کسی ایک ذمہ دار عالم نے ان میں سے کسی کو درست قرار دیا ہے۔ اس لئے بغیر کسی شرعی ثبوت کے مولانا کا ان خود ساختہ اور کفریات پر مشتمل اشعار کو ہم تھوپ دینا اور اسے ہمارا مسلک قرار دینا ایسے ہے کہ جیسے پرانے زمانے کے یہود مسلمانوں کو بدنام کرنے کی غرض سے ان پر خود ساختہ جھوٹی باتیں تھوپ دیتے تھے۔

مولانا کے اس دعویٰ کے جھوٹ اور بے بنیاد ہونے کیلئے اتنا بھی کافی ہے کہ وہ

اشعار کو ہمارے مسلک کے کسی ذمہ دار عالم کی کسی کتاب سے ثابت نہیں کر سکے ' اس لئے انہیں یہ جھوٹ بولنا پڑا کہ ہم دن رات ان کے لاؤڈ سپیکروں سے یہ اشعار سنتے ہیں جبکہ ہم نے ان میں سے بہت سے اشعار صرف مولانا ہی کی زبان فیض ترجمان سے سنے ہیں۔

جواب نمبر۲= بلکہ کفریات پر مشتمل ان اشعار میں سے بہت سے وہ اشعار جو ماضی میں ہمارے جن معتمد علماء کے علم میں آئے وہ کئی بار ان سے اپنی متعدد تصانیف میں برات کا اظہار کر کے ان کی سخت تردید کر چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا کے پیش کردہ چوتھے شعر کے بارے میں آج سے تقریباً" ۸۷ سال پہلے سید محمد صدیق صاحب اور سید لال محمد صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے استفسار کیا تو آپ نے اس کی سخت تردید فرماتے ہوئے ارقام فرمایا۔

اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً" کافر ہے۔ (اس کے بعد فرمایا) کہ اگرچہ اس کی ایک صحیح تاویل کی جا سکتی ہے لیکن اس کے باوجود ایسے مبہم الفاظ کا بولنا جائز نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ رضویہ جلد۶ ص ۲۰۷-۲۰۸ طبع کراچی

اسی طرح فتاویٰ رضویہ مذکور میں مختلف صفحات پر اس قسم کے مضامین کے حامل اشعار کی سخت تردید موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مؤلف نے جن غلط اشعار کو ہم پر تھوپنے اور ان کے مضامین کو ہمارا عقیدہ بنا کر پیش کرنے کی جو ناکام کوشش کی ہے یہ ان کا ہم پر بہت بڑا افتراء اور بہتان عظیم ہے جس سے ہم قطعاً" بری ہیں۔ اور ان میں سے کوئی شعر بھی ایسا نہیں (ماسوائے دوسرے شعر) جو ہمارے کسی ذمہ دار عالم کا طبع زاد ہو یا ان میں سے کسی کی ہمارے کسی ذمہ دار عالم نے تائید کی ہو۔

مولانا میں اگر ذرا بھر بھی صداقت ہے تو وہ ہوائیاں اڑانے کی بجائے ہمارے مسلک کی کسی مستند کتاب سے انہیں ثابت کر کے دکھائیں البتہ ان کا نقل کردہ دوسرا شعر بالکل بے غبار ہے جس کیخلاف مولانا نہ تو قرآن کی کوئی آیت پیش کر سکے ہیں اور نہ ہی اس کی تردید میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے دعوے کو ثابت کرنے والی کوئی صریح اور واضح حدیث مل سکی ہے۔ اس شعر کا مفاد صرف اتنا ہے کہ

اس کا قائل حضرت خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی روح پاک سے استمداد کر رہا ہے ' جو ہمارے نزدیک صرف طلب دعا ہے جس کا جائز اور مندوب و مستحسن ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور گزشتہ سطور میں دلائل کے ساتھ اس کا ذکر آ چکا ہے۔ اور اگر بزرگان دین سے استمداد اور طلب دعا شرک ہے جیسا کہ مولانا نے تاثر دینے کی کوشش کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

این گناہ یست کہ در شہر شما نیز کنند

اس قسم کی استمداد اور طلب دعا مولانا کے بزرگوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ ان کے مسلک کے نہایت ہی ذمہ دار عالم نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے اپنے مشہور رسالہ " نفح الطیب" میں اپنے بزرگ قاضی شوکانی وغیرہ سے روحانی امداد طلب کرتے ہوئے کہا ہے۔

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
شیخ سنت مدد دے قاضی شوکاں مددے

اسی روحانی استمداد کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے صدیق حسن صاحب کے اس استمداد یہ شعر کو غیرمقلدین کے ایک اور عالم وحیدالزماں نے بھی اپنی مشہور کتاب ہدیۃ المھدی میں بطور دلیل پیش کیا اور ڈنکے کی چوٹ پر اس کے جواز کو تسلیم ک ہے۔ پس اب اس حوالہ سے ہمیں کوسنے اور ہم پر دانت پیسنے کی بجائے مولانا کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے۔ اب پتہ چلے گا کہ وہ اگر اپنے اس جبروتی فتوے میں مخلص ہیں اپنے ان بزرگوں پر روحانی استمداد کے جرم میں کون سی دفعہ عائد کرتے اور کیا کیا جل کٹی سناتے ہیں۔

یوں نہ دوڑیئے برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

شیخی کا جواب:۔ اس ضمن میں مولانا نے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی ا ڈیوٹی پوری کرتے اور شیخی بگھارتے ہوئے لکھا ہے کہ آگے چل کر آپ کو دکھاؤں گا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں نے ملفوظات میں کیا کہا ' خود فیصلہ کریں کیونکہ بریلو حضرات ان کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

الجواب :۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی ایمان افروز وہابیت سوز تصانیف کی خداداد مقبولیت واقعی مولانا اور ان کے ہمنواؤں کیلئے شدید پریشانی کا باعث ہے۔ پھر یہ کتنی دوراز عقل بات ہے کہ مولانا نے بزعم خویش ملفوظات کی قابل اعتراض عبارات کو وعدہ تو کیا ہے آگے لانے کا لیکن فیصلہ ابھی سے لینا شروع کردیا ہے۔ بہرحال تعلی کی بجائے مولانا تسلی رکھیں جب وہ اعتراض کریں گے۔ انشاء اللہ انھیں اینٹ کا جواب پتھر سے دیکر ان کی طبیعت خوب صاف کردی جائیگی۔

افتراء نمبر۲۰ کا جواب :۔

مولانا نے اعلیٰ حضرت علیہ رحمتہ اللہ کے بعض اشعار کا مفہوم بگاڑ کر بیسواں افتراء ہم پر یہ باندھا ہے کہ ہم معاذ اللہ حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خدا اور بالکل اسی معنی میں بااختیار مانتے ہیں جس معنی میں اللہ تعالیٰ صاحب اختیار ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جس شعر کو بنیاد بنا کر انہوں نے ہم پر یہ افتراء باندھا وہ یہ ہے۔ ۔

ذی تصرف بھی ہے اور ماذون بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

جو جھوٹ ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے اپنی کسی کتاب میں قطعاً" ایسا نہیں لکھا۔ جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ جس شعر کے حوالہ سے اعتراض کیا گیا ہے اس میں "ماذون" کے لفظ موجود ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے حضور غوث اعظم کو باذن اللہ ' ذی تصرف کہا ہے ازخود اور ذاتی طور پر نہیں جیسا کہ مولانا نے جھوٹ بولا ہے۔ نیز حدائق بخشش میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ
اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

اس سے بھی ہمارے اس عندیہ کی تائید ہوتی ہے۔ باذن اللہ تصرف و اختیار مخلوق کا عقیدہ شرک نہیں ' قرآن و سنت 'کتب سلف بلکہ خود معترض کے گھر کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ پس اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔ آپ نے صرف

قرآن و سنت اور تعلیمات سلف کی ترجمانی کی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔ وابری الاکمه والا برص واحی الموتی باذن اللّٰه میں اللہ کے اذن سے مادر زاد اندھے اور برص کی بیماری والے کی تکلیف دور کرتا اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ و تبری الاکمه والا برص باذنی یعنی اے عیسیٰ تم میرے اذن سے پیدائشی نابینا اور برص والے کے برص کو دور کرتے تھے۔

نیز قرآن مجید میں ایک مقام پر فرمایا۔ فالمدبرات امرا۔ مجھے قسم ان کی جو کار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا۔ اس آیت میں "المدبرات" اولیاء کاملین کی ارواح مقدسہ کو کہا گیا ہے۔

اگر مولانا اور ان کے ہم خیال ' اس سے ملائکہ مراد لیکر اسے ترجیح دیں تو بھی انہوں نے مخلوق ہی کو مدبر عالم مانا اس سے شرک ختم نہ ہوا بلکہ اور پکا ہو گیا ورنہ وجہ فرق بیان کریں۔ قلائد الجواہر ص۱۳۵ وغیرہ میں ہے کہ چار اولیاء کرام کا ان کی مزاروں میں تصرف اب بھی جاری ہے جن میں ایک حضور غوث اعظم ہیں۔

حجتہ اللہ البالغہ (جسے امام غیرمقلدین صدیق حسن خان بھوپالی غیرمقلد نے شائع کیا تھا اس) میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ ارقام فرماتے ہیں بعض کاملین کی ارواح ملاء اعلیٰ میں شامل ہوکر ان والے کام کرتی ہیں ' بلکہ اپنی ایک اور کتاب ہمعات کے صفحہ نمبر۱۱ میں حضور گیارھویں والے کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ایشان در قبر خود مثل احیاء تصرف میکنند۔ یعنی آپ اپنی مزار میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

غیرمقلدین کی کتاب نفح الطیب نیز ہدیۃ المہدی میں ہے کہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیرمقلد نے اپنے بزرگوں قاضی شوکانی اور ابن قیم سے غائبانہ استمداد کی ہے۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے ان بزرگوں کو صاحب تصرف مان کر ان سے مدد مانگی ہے ورنہ ایک بے جان پتھر کو پکارنے اور ان سے مدیں مانگنے کا کیا معنی؟ چنانچہ ان کے لفظ میں

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

(کمام)
اگر مولانا اپنا یہ فتویٰ صادر کرنے میں مخلص ہیں تو وہ دو ٹوک بتائیں کہ ان کے یہ علماء پھر ان کے توسط سے وہ خود کتنے نمبر کے مشرک ہیں۔ دیدہ باید

یوں نہ دوڑیں برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

افتراء نمبر۲۱ کا جواب :۔

مولانا نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ایک اور شعر

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یاغوث

کو غلط رنگ دیکر ہم پر اکیسواں افتراء باندھتے ہوئے لکھا ہے "اس شعر میں عبد القادر کا درجہ اللہ اور رسول سے بڑھا دیا" جو معترض کی کوڑ مغزی اور کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ اھ کیونکہ اس کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی امر کو کن فرما دے (یعنی پیدا ہو جا) تو وہ فورا" پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں انما اذا اراد شیاء ان یقول له کن فیکون اور اس کی یہ شان ذاتی اور حقیقی معنی میں اپنی ہے جو کسی کی عطا کردہ نہیں۔ جس کا ظہور حضور سید عالم ﷺ اور حضور اقدس کے طفیل حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا۔ یعنی انہوں نے کن فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے فرمانے کے مطابق پیدا کر دیا' جیسا کہ بکثرت احادیث میں ہے مثلا" ایک شخص حضور ﷺ کی نقلیں اتار کر آپ کی بے ادبی کر رہا تھا۔ زبان اقدس سے یہ جملہ صادر ہوا۔ "کن کذلک" "تو اسی طرح ہو جا" تو وہ اسی طرح ہو گیا۔

اس موضوع کی احادیث امام جلال الملتہ والدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب خصائص کبریٰ وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہماری بیان کردہ اس تشریح کی تائید اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے اسی مضمون کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے جو آپ کے مشہور نعتیہ کلام "قصیدہ سلامیہ" میں موجود ہے۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

یعنی آپ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ ذریعہ تخلیق ہیں اسی لئے آپ کی زبان اقدس کو "کن کی کنجی" فرمایا۔ پھر جب اس صفت کا ثبوت احادیث صحیحہ میں موجود اور اس کے ساتھ تحت مشیت کچھ امور کی تخصیص کسی سے ثابت نہیں تو اسے سب کن کی کنجی کہنا بھی درست ہوا۔ باقی حضور غوث اعظم کے بارے میں بھی یہ عقیدہ اعلیٰ حضرت کی اختراع نہیں بلکہ آپ سے صدیوں پہلے لکھی گئی متعدد کتب میں موجود ہے بلکہ خود حضور غوث اعظم کے مقالات (فتوح الغیب ص۳۷-۴۲ طبع لاہور) میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے انبیاء و اولیاء اور مقرب بارگاہ انسانوں کو یہ کمال عطا فرمایا کہ وہ جس چیز کو کن فرما دیتے (کہ ہو جا) تو وہ فورا" ہو جاتی پس اس شعر میں "بڑھا دینا" تو کجا "برابری" کا بھی ذکر نہیں۔ پھر تعجب ہے مولانا کو "حاصل ہے" کا جملہ بھی نظر نہ آیا اور اس حقیقت سے بھی انہوں نے عمدا" اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ ولی کی کرامت دراصل نبی کا معجزہ اور نبی کا معجزہ درحقیقت قدرت خداوندی کا عکس و مظہر ہوتا ہے۔ جب اس حوالہ سے از روئے حقیقت دوئی ہے ہی نہیں تو اس میں برابری یا بڑھ جانے کا تصور ہی کیسے ہو سکتا ہے؟

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں جس سے اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) سے حضور غوث اعظم کو بڑھا دینے کی تصریح تو کجا اس کا اشارہ بھی ملتا ہو۔ پس یہ مولانا کے اپنے ہی ذہن نارسا کی تراش خراش ہے۔

پھر مولانا کا حضور غوث اعظم کا اسم گرامی بغیر القاب و آداب کے محض روکھا سوکھا لکھنا آپ کی ذات سے ان کے چھپے ہوئے بغض کی نشاندہی کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا نے آپ کو از راہ غلط اپنا ہم عقیدہ ثابت کرنے کیلئے آپ کا نام بڑے ادب سے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۳۶۔ اب آپ کیخلاف چل پڑے تو منفی رویہ اختیار کر لیا۔

فیا للعجب لضعیة الادب

شاید "ضرورت ایجاد کی ماں ہے"

افتراء نمبر۲۲ کا جواب

ملفوظات اعلیٰ حضرت کی ایک عبارت کا حلیہ بگاڑ کر بائیسواں افتراء مولانا نے یہ باندھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک نماز جنازہ پڑھائی جس میں

حضور میرے مقتدی تھے اور میں آپ کا امام تھا۔ جو اتنا بڑا جھوٹ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ مولانا نے ملفوظ کی عبارت میں جو شدید تحریف کی ہے اس میں وہ بڑے بڑے اس فن کے ماہر اعظم یہودی مولویوں اور عیسائی پادریوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں بلکہ اس سے خود ابلیس بھی انگشت بدنداں ہوگا جس کا لعنۃ اللہ علی الکذبین سے بہتر کوئی جواب نہیں۔ مولانا یہ عبارت ملفوظ شریف میں دکھائیں اور منہ مانگا انعام پائیں۔ سبحان اللہ اس مسلک کیلئے ایسے ایک دو مناظر اور بھی الاٹ ہو جائیں تو ہمیں کچھ لکھنے کہنے کی ضرورت پیش نہیں آیا کریگی بلکہ اپنا بیڑا غرق کرنے کیلئے یہ خود بھی کافی ہو جایا کریں گے۔ یہ بڑے کا حال ہے تو چھوٹے کیسے ہوں گے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ملفوظ میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی صالح نے عالم رویا میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا پوچھا حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا برکات احمد کی نماز جنازہ پڑھنے ---- جس سے ان کے قرب و مقام کا پتہ چلتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے بطور تحدیث نعمت (کہ نیکوں کی نماز جنازہ میں شرکت بھی بہت باعث برکت ہے) فرمایا۔ الحمدللہ یہ جنازہ میں نے پڑھایا۔

اس پوری عبارت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہو کہ خواب کی حالت میں یا جاگتے میں ' میں امام تھا حضور میرے مقتدی تھے مگر اس تحریف و تبدیل کے ماسٹر نے کیا کا کچھ بنا دیا۔ فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون

بفرض تسلیم حضور جہاں بھی ہوں امام آپ ہی ہیں۔ کیا آپ نے حضرت ابوبکرصدیق اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں؟ کمافی البخاری وغیرہ)

نیز آپ کی موجودگی میں کسی کا امام بن جانا اس وقت بے ادبی ہے جب آپ کی جسمانی موجودگی میں پھر آپ کی اجازت کے بغیر ہو۔ پس اولاً" اعلیٰ حضرت نے جب نماز پڑھائی تو حضور ﷺ جسمانی طور پر ظاہرا" موجود نہ تھے۔ ثانیا" آپ کی اجازت کے بغیر نہیں بلکہ آپ کی اجازت سے تھا کہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے کی

اجازت خود آپ ﷺ مرحمت فرما گئے ہیں۔ جس سے کوئی جاہل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ فضلاً عن فاضل ----

اگر یہ تفصیل مدنظر نہ رکھی جائے تو سب سے بڑے گستاخ مولانا کے کلیہ کی روشنی میں وہ نجدی قرار پائیں گے جو مسجد نبوی میں روضہ انور کے جوار میں آپ کے سامنے مصلی پر کھڑے ہو کر نمازیں بلکہ دن رات میں کئی کئی جنازے پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہاں پر آپ بالاتفاق حقیقی و جسمانی اعتبار سے زندہ موجود ہیں۔

ظالمو جواب دو۔ ظلم کا حساب دو

افتراء نمبر ۲۳ کا جواب

مولانا نے تیئسویں افتراء میں یہ تاثر دینے کی مذموم کوشش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کا مذہب معاذ اللہ خود ساختہ اور قرآن وسنت سے ہٹ کر ہے ' پھر آپ کے ملفوظات کی ایک عبارت میں مجرمانہ خیانت اور یہودیانہ تحریف کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ کتاب اللہ اور سنت نبی ﷺ کو چھوڑ کر میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اسی پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اھ ملخصا"

جو نہایت درجہ سخت جھوٹ اور بہت بڑا بہتان ہے۔ اس کا بھی سب سے بہتر جواب وہی ہے جو افتراء نمبر ۲۲ کے ضمن میں گزرا ہے کہ "لعنتہ اللہ علی الکذبین" اعلیٰ حضرت نے یہ قطعا" نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی اپ کی کوئی ایسی عبارت ہے جس کا یہ مفہوم ہو۔ مولانا کو بھی خوب معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت نے ایسا کہیں نہیں فرمایا۔ اتنا بڑا جھوٹ اس لئے بول دیا کہ اس کے بغیر اپنے جھوٹے دعویٰ کو ثابت کرنا اور اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنا ان کیلئے ایک ناممکن امر تھا۔

اصل مکمل عبارت اس طرح ہے ---- "سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے" اھ ملاحظہ ہو (وصایاشریف مشمولہ ملفوظات ص ۲۷ ۴ طبع محمد علی کراچی)

مولانا نے اعلیٰ حضرت کی اس عبارت میں ایک شدید تحریف یہ بھی کی ہے کہ

آپ نے تو فرمایا "اس پر مضبوطی سے قائم رہنا" مگر مولانا نے "اس پر" کو "اسی پر" بنا دیا جو واقعی ان کی بزرگانہ صلاحیتوں اور ان کی "کہنہ" مشقی" کی نشاندہی کرتا ہے۔ "اس پر" اور "اسی پر" میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کسی اہل علم پر مخفی نہیں۔ مفہوم کیونکہ "اسی" کا لفظ "صرف" کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

رہا اتباع شریعت کے ساتھ "حتی الامکان" کی قید لگانا اور اتباع دین و مذہب کو اس سے مقید نہ کرنا؟ تو یہ بھی بالکل بے غبار اور قطعاً" درست ہے کیونکہ اس عبارت میں "شریعت" سے مراد فرعی و عملی احکام ہیں اور دین ومذہب سے مراد بنیادی اور اعتقادی وسائل ہیں۔ بنیادی عقائد میں حتی الامکان کہنے کی شرعاً" کوئی گنجائش نہیں ورنہ یہ کہنا بھی درست ہو جائے کہ جتنا ہو سکے اللہ کو ایک مانو جتنا ممکن ہو حضور ﷺ کو خدا کا رسول قرآن و قیامت وغیرہ کو برحق تسلیم کر لو کیونکہ ایمان میں تجزی نہیں ' جبکہ عملی احکام میں یہ قید شرعاً" ملحوظ ہے ایک مسلمان بیمار ہے کھڑے ہو کر ' فرض نماز نہیں پڑھ سکتا تو اب اس سے ڈنڈے کے زور سے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کا کوئی حکم نہیں بلکہ وہ بیٹھ کر پڑھے گا یہ بھی ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر یا لیٹ کر سر کے اشارے سے پڑھے گا۔

مسلمان مریض ہے یا مسافر ہے تو ماہ رمضان میں اسے روزہ کی چھوٹ ہے ' اور اس قسم کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ فاتقوا اللہ ماالستطعتم ۔ الایہ نیز فرمایا۔ فمن کان منکم مریضا" او علی سفر فعدۃ من ایام اخر ۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ لا یکلف اللہ نفسا" الا وسعہا صحیح حدیث میں ہے فرمایا۔ فات بہا ما استطعت)

معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے "حتی الامکان" کہہ کر بھی قرآن وسنت کی ترجمانی کی ہے اور مولانا کا اس پر اعتراض ان کی جہالت یا تجاہل عارفانہ ہے۔ اعلیٰ حضرت کی فراست ایمانی کو داد تحسین دینی پڑتی ہے کہ آپ نے آنے والے معترضین کی ناطقہ کو بند کر کے رکھ دیا ہے کیونکہ آپ کی لکھی ہوئی کتابیں قرآن وسنت کے دلائل کا مخزن اور تعلیمات اسلاف کا منبع ہیں۔ آپ کی کسی ایک کتاب سے بھی آپ کا کوئی ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں دکھایا جاسکتا جو دلائل شرع اور تعلیمات سلف سے ہٹ کر یا خود ساختہ

ہو۔ آپ نے اپنی تصانیف عالیہ میں محض وہی لکھا ہے جو پہلے سے موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شدید مخالفت کے باوجود اور عرصہ دراز کے بیت جانے کے باوجود آج تک کسی ایک بھی چھوٹے بڑے اہل علم وہابی کو باقاعدہ طور پر آپ کی کسی ایک تصنیف کا رد لکھنے کی جراءت ہوئی ہو جس سے انشاء اللہ تاقیام قیامت پوری دنیائے وہابیت عاجز رہے گی۔

رہا دین ومذہب کو "میرا" کہنا؟ تو اس کا بھی یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ نے اسے اختراع کیا ہے بلکہ یہ دین اسلام کے ساتھ گہری وابستگی اور والہانہ محبت کے حوالے سے ہے۔ جس کے جواز کے صریح دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ چنانچہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم مسلمانو! آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا ہے۔ سورۃ قل یایہا الکفرون میں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کرایا کہ آپ کافروں کو اعلانیہ فرماویں "لکم دینکم ولی دین" تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔ نیز سوال فی القبر کے مضمون کی بے شمار احادیث صحیحہ میں ہے 'کہ فرشتوں کے سوال مادینک (کہ تیرا دین کون سا ہے) کے جواب میں ہر مومن کہتا ہے۔ دینی الاسلام میرا دین اسلام ہے۔ معلوم ہوا کہ قبر میں بھی نجات تب ملے گی کہ جب اعلیٰ حضرت کے عقیدہ پر چلتے ہوئے دین اسلام کو "میرا دین" کہا جائیگا۔ اب مولانا کو چاہئے کہ وہ اپنے فضلہ خواروں کو سمجھا دیں کہ خبردار قبر میں "مادینک" کے سوال کے جواب میں "دینی الاسلام" مت کہئے گا۔ کیونکہ ہم اس کی تردید میں ایک پورا مضمون لکھ چکے ہیں۔ لازم ہے کہ ایمان جائے بے شک جائے مگر دنانیر و دراہم ' ڈالرز اور ریالات کے بل بوتے پر ناچنے والے مذہب کی ہتک نہ ہو۔

ذرھم یاکلوا و یتمتعوا ویلھھم الامل فسوف یعلمون
و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

افتراء نمبر ۲۴ کا جواب

مولانا نے چوبیسواں افتراء یہ باندھا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے جالی شریف کو بوسہ دینے ' اسے ہاتھ لگانے نیز چار ہاتھ کے فاصلے سے زیادہ قریب جانے کو

خلاف ادب لکھا ہے۔ جبکہ بریلوی اس کیخلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تیرا بھلا ہووے پھرے دارا
روضے دی جالی چم لین دے

نیز آپ نے بارگاہ رسالت میں باآواز بلند سلام عرض کرنے کو بھی بے ایمانی لکھا ہے جبکہ بریلوی بلند آواز سے لاؤڈ سپیکر لگا کر چیخ چیخ کر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ جس کی قرآن مجید (کی سورۃ حجرات) میں ممانعت موجود ہے۔ اھ ملخصاً"

یہ بھی سخت جھوٹ ہے کیونکہ (دوسرے اجوبہ سے قطع نظر کرکے) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے محض اس صورت میں جالی مبارک کو چومنے وغیرہ سے منع فرمایا ہے کہ بارگاہ نبوی کے آداب کو پامال کرکے بے ادبی کے انداز میں ہو، جس کی وضاحت احکام شریعت (ص۱۴۶ طبع لاہور) کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے چنانچہ آپ اس مسئلہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں جس کا فتوٰی عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ اھ

پس آپ کی بیان کردہ تفصیل سے ہٹ کر اسے مطلقاً" پر محمول کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ اور حقیقت کا چہرہ مسخ کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

علاوہ ازیں اس کا ایک اصولی جواب یہ بھی ہے کہ سلفاً" خلفاً" یہ مسئلہ خود صحیح العقیدہ علماء اہلسنّت کے مابین مختلف فیہ ہے۔ جس میں کسی کی تذلیل تو کجا تضحیک کی بھی گنجائش نہیں۔ پس مطلقاً" ممانعت کے فرضاً" تسلیم کرلینے کی صورت میں بھی یہ ہمیں کچھ مضر نہیں اور نہ مانعین کو کچھ مفید کیونکہ اس کے مانعین میں بعض اہلسنّت بھی شامل ہیں لہٰذا زیادہ سے زیادہ یہ اعلیٰ حضرت کا اپنا مختار قرار پائے گا جبکہ آپ نے اس سے قطعاً" انکار نہیں کیا کہ بعض علماء اہلسنّت اس کے جواز کے بھی قائل ہیں نیز چومنے وغیرہ کو آپ صرف خلاف اولیٰ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف فتاوٰی رضویہ (جلد۴ ص۱۸۰ طبع کراچی) میں اس جیسے ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔ "بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں" الخ نیز ملاحظہ ہو۔ ص۸۔۱۴۳

جواب آخر

ذرا آئینہ میں اپنی شکل تو دیکھیں
بڑے آئے ہیں ہمارا چاک گریباں دیکھنے والے

اس سے بھی ابھی مولانا کی طبیعت صاف نہ ہوئی ہو تو سنیں اپنے گھر کا حوالہ مشہور غیر مقلد مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی (ص۲۹ طبع دہلی) میں لکھا ہے۔

"انما کلا منا فی التقبیل والمس والطواف حول القبرا ذھذہ الامور یست بشرک اکبر بل کر ھھا بعض العلماء وجوزھا بعضھم و ان کانت الکراھتہ راجحتہ" اھ

نیز ص۳۴ پر لکھا ہے۔ ان العزبن جماعتہ وغیرہ تمسک فی تقبیل القبر و مسہ بقول احمد لا باس بہ اھ ما اردنا

یعنی ہمارا کلام قبر کے اردگرد طواف کرنے، اسے چھونے اور چومنے کے بارے میں ہے کیونکہ یہ امور شرک اکبر قطعاً" نہیں بلکہ بعض علماء نے انھیں ناپسندیدہ قرار دیا اور بعض نے انھیں جائز کہا ہے۔ اگرچہ (میرے نزدیک) اس کی کراہت راجح ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اسے لاباس بہ فرمایا۔ شیخ الاسلام عز بن جماعۃ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ مزار کو چومنا اور چھونا جائز ہے۔ اھ

خلاصہ یہ کہ یہ کوئی اصولی اور بنیادی اعتقادی مسئلہ نہیں کہ جس کے قول یا منع کی بناء پر کسی کی تذلیل یا تضحیک کی جاسکے، جس کا اقرار خود مولانا کے بزرگوں کو بھی ہے پس اس کے باوجود مولانا کا ہمیں اس پر کوسنا علم و عقل سے دور کی بات ہے۔ اللہ ہدایت دے۔

نیز مولانا کا یہ کہنا بھی ان کے بزرگانہ کذبات سے ہے کہ اعلیٰ حضرت نے مطلقاً" ہر جگہ بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے سے منع کیا ہے کیونکہ آپ نے محض روضہ انوار پر چیخ چیخ کر بلند آواز سے ایسا کرنے کی ممانعت لکھی ہے کیونکہ آپ وہاں پر حقیقی جسمانی حیثیت سے زندہ موجود ہیں۔ جہاں بے ادبی کے انداز میں آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں۔ الحمدللہ کوئی بھی سنی وہاں پر بے ادبی کے انداز میں اپنی آواز بلند نہیں کرتا۔ مولانا کی پیش کردہ سورۃ حجرات کی آیت کا محمل بھی یہی ہے۔ دوسرے کسی مقا

پر چیخ چیخ کر باآواز بلند درود و سلام پڑھنا وغیرہ قطعاً" اس مد میں نہیں آتا۔ اگر بارگاہ رسالت میں مطلقاً" آواز بلند کرنا ممنوع ہو تو مسجد نبوی میں سینکڑوں لاؤڈ سپیکروں پر اذان دینا نیز وہاں لاؤڈ سپیکر پر نماز و خطبہ پڑھنا وغیرہ سب بے ادبی قرار پائے گا۔ جیسا کہ افتراء کے جواب میں تفصیل گزر چکی ہے۔ اگر مولانا میں یہ جراءت ہے تو فٹ کریں اپنا یہ جبروتی فتویٰ وہاں کے نجدی اماموں پر، جن کی گن گاتے گاتے یہ تھکتے نہیں ہیں۔

پس اب ان کو یہ کہنے کی بجائے کہ "از روئے نص قرآنی بریلویوں کے اعمال اکارت و برباد ہو جاتے ہیں" انہیں یہ کہنا ہوگا کہ "از روئے نص قرآنی وہاں کے نجدیوں کے اعمال اکارت و برباد ہو جاتے ہیں"۔

بلکہ یہ عبارت فٹ بھی درحقیقت انہی پر آتی ہے کیونکہ نجدی عین جالی شریف کے پاس مواجہ شریف اور قدمین شریفین کی جگہ پر کھڑے ہو کر شور مچاتے ہیں اور زور زور سے قہقہے بھی لگاتے ہیں جسے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ سچ ہے

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

افتراء نمبر ۲۵ کا جواب

مولانا نے پچیسواں افتراء یہ باندھا ہے کہ بریلوی، بے ادبی کے انداز میں حضور ﷺ کا نام پاک لیکر یامحمد کی رٹ لگاتے ہیں جبکہ سورۃ نور کی آیت میں اس سے منع کیا گیا ہے نیز خود اعلیٰ حضرت نے بھی اپنے رسالہ الکوکبۃ الشہابیتہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ "آپ کا نام لیکر پکارنا گستاخی ہے۔ اھ ملخصاً"

جو جھوٹ ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے اس مقام پر گستاخی کا لفظ قطعاً" نہیں لکھا اور جو کچھ لکھا ہے اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ایسا کرنا محض اس صورت میں ممنوع ہے کہ جب انداز بے ادبی کا ہو جیسے لوگ ایک دوسرے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے روکھا سوکھا نام لیکر پکارتے ہیں۔ آیت کریمہ کا بھی ایک معنی یہی ہے۔

باقی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نداء یارسول اللہ کے منکر نہیں کیونکہ آپ کے اس جواز و استحباب پر کئی رسائل موجود ہیں۔ جیسے انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول

اللہ نیز حدائق بخشش وغیرہ بلکہ خود الکوکبۃ الشہابیتہ میں بھی اسی مقام پر موجود ہے کہ "یارسول اللہ کہے" آپ نے اس عبارت میں جس امر سے اختلاف کیا ہے وہ محض نام اقدس اور اسم کریم (محمد ﷺ) سے پکارنا ہے جو اعلیٰ درجہ کی احتیاط کی بناء پر ہے۔ بے ادبی کے انداز میں ہو تو حرام بھی۔

الحمدللہ سنی تو حضور ﷺ کے غلام تھے ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے۔ ان سے تو بے ادبی متصور ہی نہیں ہو سکتی، البتہ مولانا بقلم خود ضرور گستاخ قرار پائے ہیں اور انہوں نے اپنے بے ادب ہونے پر رجسٹری کر دی ہے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ قرآن کی رو سے "یامحمد" کہنا مطلقاً" گستاخی ہے۔ جبکہ احادیث صحیحہ کثیرہ میں ہے کہ ان لفظوں سے اللہ تعالیٰ، جبرئیل علیہ السلام نے اور صحابہ کرام نے آپ کو مخاطب کیا ہے بلکہ آپ نے خود بھی یہ لفظ بعض صحابہ کرام کو تعلیم فرمائے۔ مثلاً" حدیث شفاعت میں ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ "ارفع راسک یامحمد" نیز صحیحین وغیرہما کی مشہور حدیث جبرئیل میں ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی بات کا آغاز "یامحمد" کے لفظوں سے کیا۔ ایک نابینا صحابی کو خود سرکار ﷺ نے دعا کے ضمن میں یہ کہنے کی تلقین فرمائی۔ یامحمد انی قد توجهت بک۔ الخ رواہ الترمذی و ابن ماجہ وغیرهما و صححه غیر واحد من المحدثین

اگر مطلقاً" یہ نداء منع اور گستاخی ہے تو کیا معاذ اللہ خود صاحب کلام جل جلالہ اس کے لانے والے جبرئیل علیہ السلام نیز سرکار اور آپ سے براہ راست اس کے وصول کرنے والی برگزیدہ ہستیوں (حضرات صحابہ کرام) میں سے کسی کو اس کا مفہوم سمجھ نہ آسکا یا عمداً" اس سے صرف نظر کیا۔ عقلاء کے کلام کو اس کے صحیح محمل پر رکھنا فرض ہے ورنہ سینکڑوں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بہرحال اہلحدیث ہونے کے دعویٰ کی بناء پر ان احادیث کے حوالہ سے مولانا ہمارے جوابدہ ہیں جس سے ان کی خلاصی ناممکن ہے۔ مولانا نے گڑھا تو کھودا تھا دوسروں کیلئے مگر بفضلہ گر گئے ہیں اس میں خود......

نجدی ٹولہ واہ بھئی واہ

افتراء نمبر ۲۶ کا جواب

مولانا نے چھبیسواں افتراء یہ باندھا ہے کہ ہم حضور ﷺ کیلئے بعینہ اسی قسم کا علم غیب مانتے ہیں جو خاصہ خداوندی ہے۔ جو ہم پر ایسا جھوٹ ہے جس پر جتنی لعنت کی جائے کم ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے بیسیوں رسائل اور سینکڑوں فتووں میں اس کی تردید موجود ہے نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو۔ انباء المصطفی خالص الاعتقاد اور بالخصوص آپ کی اس موضوع پر لکھی ہوئی معرکۃ الاراء کتاب المکیۃ جو آپ نے مکہ المکرمہ میں چند گھنٹوں میں محض اپنے خداداد حافظہ کے زور پر لکھی تھی جس نے عدالت عالیہ مکہ المکرمہ میں مناظرہ جیتا اور سرزمین حجاز مقدس پر بھی وہابیوں کے پرخچے اڑائے۔ فضاء میں ان کی دھجیاں بکھیریں اور انہیں ناکوں چنے چبوا دیئے جس کا آج تک پوری ذریت کو شدید دکھ ہے۔

باقی مولانا نے نفی علم غیب پر جتنے نام کے دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں جو ان کے دعویٰ سے مطابقت رکھتی ہو یا ہمیں کچھ مضر ہو۔ جن میں سے ہر ایک کا جواب ہمارے علماء کئی بار تحریرا" تقریرا" دے چکے ہیں۔ جن میں حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف لطیف الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفی ﷺ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

پیش کردہ نام نہاد دلائل کا رد

پہلی دلیل کا جواب :۔ مولانا نے اپنے منفی نظریہ کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے پہلی دلیل کے طور پر سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۹ سے استدلال کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت رسل کرام سے پوچھے گا، تمہیں کفار کی جانب سے کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے۔ "لاعلم لنا انک انت علام الغیوب" ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی علام الغیوب ہے۔ اھ ملخصا"

حیرت ہے مولانا نے اسے نفی علم کی دلیل کیسے سمجھ لیا ہے کیونکہ انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کو جو جواب ان کی کافر امتوں نے دیئے وہ تو ہمیں بھی معلوم ہیں

جس کی تفصیل قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ پھر جو واقعہ روز قیامت ہوگا اس کی خبر سرکار ﷺ ابھی دے رہے ہیں۔ انصاف فرمائیں یہ علم کے ثبوت کی دلیل ہے یا نفی کی؟۔ رہا یہ کہ علم کے باوجود نفی کیوں کریں گے؟ تو متعدد محققین نے اسے ان کی تواضع اور بارگاہ ربوبیت کے رعب و ہیبت کا نتیجہ کہا ہے جو یقینا" درست ہے ورنہ مولانا ہی حسب اصول خود آیت کی تفسیر کسی آیت یا کسی صحیح حدیث سے دکھادیں کہ علم کے باوجود نفی کی صحیح توجیہ کیا ہے؟

دوسری دلیل کا جواب :۔ مولانا نے آیت سبا، نمبر۱۴ کے حوالہ سے لکھا ہے "جنات بھی عالم الغیب ہونے سے انکاری ہیں" جس کا مفاد صرف اتنا ہے کہ جنات، غیب نہیں جانتے۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی بالخصوص حضور امام الانبیاء ﷺ کو علم غیب نہیں دیا۔ اسی کو کہتے ہیں سوال گندم جواب چنا۔

پھر مولانا اور ان کا گروپ اس عقیدہ میں جنوں کے پیروکار ہو کر جناتی ہوئے نہ؟۔ اب یہ بھی قرآن سے پوچھیں کہ جس پر جنات کا اثر ہو اس کی ذہنی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ یقومون کما یقول الذی یتخبطہ الشیطن من المس الایۃ ○

تیسری دلیل کا جواب :۔ تیسری دلیل کے طور پر سورۃ ھود کی آیت کو پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم، حضرت یوسف، حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے قصے بیان کرکے فرمایا۔ تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک ما کنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا۔ "جس کا ترجمہ خود مولانا نے اس طرح کیا ہے۔ اے رسول یہ سب واقعات جو اوپر مذکورہ ہوئے ہیں غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ آپ ہی اسے جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم" اھ

مولانا کی یہ عبارت دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ان پر فی الواقع جناتی اثر ہے کیونکہ یہ آیت تو انہوں نے پیش کی تھی اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم غیب نہیں مگر ترجمہ میں مان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان واقعات سے باخبر کیا ہے۔

پھر جب بتا دیا ہے تو اس کے بعد علم ہوا یا نہیں؟ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کی عطا' اس کے بتانے اور جتانے ہی سے جانتے ہیں۔ رہا یہ عذر لنگ کہ جو بتا دیا جائے وہ علم غیب نہیں ہوتا تو یہ کسی آیت میں نہیں نہ ہی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ مولانا کے پاس اگر ایسی کوئی شرعی دلیل ہو تو اسے پیش کر والیں۔ آخر اسے پیش کرنے کا اس سے بڑھ کر کون سا موقع آئیگا۔ علاوہ ازیں خود تسلیم کر لیا ہے کہ "غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں" یعنی وحی بھی ہے اور غیب بھی۔

یہ بھی ہمیں مولانا پر جناتی اثر معلوم ہوتا ہے کہ لفظ واقعات جو جمع ہے انہوں نے اس کی طرف واحد کی ضمیر "اسے" کو راجع کیا۔ نیز اسی خاص کیفیت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی پیش کردہ اس آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے حضرت مریم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے قصوں کو بھی شامل کر لیا ہے حالانکہ پوری سورۃ ھود میں ان کا کہیں ذکر تک نہیں ہے۔ جس سے آنجناب کی وسعت مطالعہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ سبحان اللہ یہ ہیں قرآن کو نہ جاننے والے مجتہد جو براہ راست امام المجتہدین امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ سے ٹکر لیتے ہیں۔

خدا جب عقل لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے

چوتھی دلیل کا قلع قمع:۔ سورۃ قصص کی آیت ۴۴ کا ایک حصہ وماکنت من الشاھدین پیش کرکے بغلیں بجائیں اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے حوالہ سے کہا ہے کہ انہوں نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ "آپ وہاں حاضر وناظر نہ تھے"۔

جو مولانا کی نہایت ہی مجرمانہ تحریف و خیانت ہے اعلیٰ حضرت نے قطعاً" اس طرح ترجمہ نہیں کیا۔ آپ نے جو لکھا ہے وہ اس طرح ہے "اور اس وقت تم حاضر نہ تھے" ملاحظہ ہو (کنزالایمان پ ۲۰ القصص آیت ۴۴)

اعلیٰ حضرت نے حاضر کی نفی کی۔ جبکہ مولانا نے انتہائی بے شرمی سے "و ناظر" کے لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں۔

لفظ حاضر اپنے حقیقی معنی کے لحاظ سے جسمانی طور پر موجود پر بولا جاتا ہے۔

(کما فی غیر واحد من کتب للغة تفصیله فی تسکین الخواطر ○ الامام اہل السنة الکاظمی رحمه الله ایضا") اسی لئے بعض علماء نے اس کے حقیقی معنی کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ پر اس کے اطلاق کو ممنوع کہا ہے۔ تو معنی یہ ہوگا اے حبیب جب موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے منصب رسالت سونپا آپ اس وقت جسمانی طور پر وہاں نہ تھے جو بالکل درست ہے کیونکہ آپ کا جسمانی ظہور سینکڑوں برس بعد مکہ المکرمہ میں ہوا۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کے ناظر ہونے کی نفی قطعاً" نہیں کی کیونکہ آپ اپنی نوری حیثیت سے موجود تھے جس پر اعلیٰ حضرت کی فراست ایمانی اور وسعت نظری کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ نے بفضل ایزدی پہلے سے بھانپ لیا کہ لاہور کا رحمت اللہ ربانی نامی وہابی مولوی کبھی یہ اعتراض کرے تو اس کا پہلے ہی سے بندوبست فرما دیا جسے پکا کرنے کیلئے اس نام کے ربانی کو تحریف و خیانت سے کام لینا پڑا اور یہ ہاتھ کی صفائی دکھائی پڑی۔ اعلیٰ حضرت اس میں منفرد بھی نہیں ہیں تفسیر جلالین کے مشہور حاشیہ الصاوی میں امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔

پانچویں اور آخری دلیل اس افتراء کے آخر میں مولانا نے سورۃ نمل کی آیت پیش کی ہے۔ جسے حضور ﷺ کے عطائی علم غیب کی دلیل بنانا قطعاً" غلط اور پرلے درجہ کی جہالت ہے کیونکہ اس کا کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ معنی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا نہیں فرمایا۔ اس کا آخری حصہ بھی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ بالخصوص حضور ﷺ قطعاً" اس میں شامل نہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وما یشعرون ایان یبعثون یعنی انہیں تو اتنا بھی پتہ نہیں کہ انہیں روز قیامت کب اٹھایا جائیگا جبکہ احادیث صحیحہ کثیرہ میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اپنی مزار سے میں اٹھوں گا۔ انا اول من تنشق عنه القبر

نیز اس سے اگلی آیت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ بل ادرک علمهم فی الاخرة بل هم فی شک منها بل هم منها عمون یعنی کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت تک پہنچ گیا۔ کوئی نہیں وہ اس کی طرف شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

مولانا تو شاید جناتی اثر کے باعث ہماری نہ سن سکیں ہم ان کے اہل علم و اہل عقل سمجھے جانے والے ساتھیوں اور ہمنواؤں سے پوچھتے ہیں کیا "ھم فی شک" اور "ھم منھا عمون" کا اطلاق معاذ اللہ ثم معاذ اللہ خاک بدہن شما مقربین بارگاہ ایزدی بالخصوص امام المقربین ﷺ پر کرو گے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ولنعم ما قیل نجدی بولتے ہیں سمجھتے نہیں۔ و خیر ما قالہ الامام الرضاء ولکن النجدیتہ الوہابیہ قوم لا یعقلون

افتراء نمبر ۲۷ کا جواب

ستائیسواں افتراء یہ باندھا ہے کہ ہم معاذ اللہ بعض قرآنی آیات کے منکر ہیں جو بہت بڑا جھوٹ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو منکر قرآن تو کافر ہوتا ہے پھر یہ لوگ ہماری اقتداء میں نمازیں کیوں پڑھتے ہیں۔ کیا کسی کافر کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز درست ہے؟ پس اس دعویٰ اور دلیل میں سے کوئی ایک تو ضرور خلاف واقعہ اور جھوٹ ہوگا۔

باقی اس ضمن میں سورۃ بقرہ کی آیت اور قصہ اصحاب کہف سے اہل مزارات کے سماع فی القبور کیخلاف جو استدلال کیا ہے وہ قطعاً" درست نہیں کیونکہ سورۃ بقرہ کی مذکورہ آیت میں بلکہ پورے قرآن میں یہ کہیں نہیں کہ یہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں ہے بلکہ کسی صحیح حدیث سے بھی اس کا کوئی صحیح ثبوت نہیں ملتا۔ ومن ادعی فعلیہ البیان بالبرھان تفسیر کبیر وغیرہ میں اس کے تحت ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اس آیت میں جس شخص کا قصہ ہے وہ ایک کافر شخص تھا۔ نیز یہ کہ یہ آیت سماع فی القبر کی روشن دلیل ہے کیونکہ (اس سے قطع نظر کہ وہ شخص کون تھا) اگر اسے کسی قسم کا کوئی علم و ادراک اور شعور نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس جماد سے یہ کیوں پوچھا کہ تم کتنا عرصہ رہے؟

رہا یہ کہ اس نے سو سال کو ایک دن یا دن کا کچھ حصہ کیوں کہا؟ تو یہ بھی درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سو سال کو اس پر اتنا عرصہ بنا کر گزارا تھا جس پر وہ یقیناً" قادر ہے جس کی ایک واضح مثال قصہ معراج بھی ہے کہ ہزاروں سال کی مسافت رات کے تھوڑے سے حصے میں طے کرا دی۔ جیث قال سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا

۔ الایہ نیز قرآن مجید میں قیامت کے متعلق ہے۔ "مقدارہ خمسین الف سنۃ" یعنی قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ مگر دوسرے مقام پر فرمایا۔ "وما امر الساعتہ الا کلمح البصر او ھو اقرب" یعنی قیامت کا پورا معاملہ آنکھ جھپکنے کی دیر بلکہ اس سے بھی بہت جلد طے ہو جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ اس واقعہ کو نفی سماع کی دلیل وہی بنا سکتا ہے جو نہایت درجہ کم علم یا قدرت خداوندی کا منکر ہو۔ پھر یہ کوئی نئی دلیل نہیں ہے جس پر مولانا بڑے نازاں فرحاں اور رقص کناں اچھے لگیں بلکہ ماضی میں ہمارے علماء اس کے بارہا شافی جواب دے چکے ہیں۔ جن میں سب سے احسن اور مبسوط و مفصل وہ جواب ہے جو غزالی زماں علیہ الرحمتہ والرضوان نے کوٹ ادو کے مناظرہ میں دیکر وہابیت کو موت کی نیند سلایا تھا۔ جس میں مدمقابل کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی کہ وہ اسی افسوس میں کچھ دنوں کے بعد مرگیا۔ اہلسنت کی طرف سے صدر مناظرہ علامہ نواب الدین چشتی ملتانی علیہ الرحمتہ تھے جس کا کچھ تذکرہ حضرت غزالی زماں کے ایک مطبوعہ خطاب "توحید وشرک" میں اور اس کی مکمل تفصیل فقیر کے رسالہ "غزالی زماں بحیثیت مناظر اسلام" میں بھی ہے۔ یہ واقعہ حضرت علیہ الرحمتہ نے خود ہم سے بیان فرمایا تھا۔ وللہ الحمد۔

رہا یہ کہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس زندہ سوئے رہے۔ بیدار ہونے پر انہیں اتنا بھی پتہ نہیں چلا کہ وہ اس حال میں کتنا عرصہ رہے تو جب زندہ ولیوں کو علم نہیں وفات یافتگان کو کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ بھی مولانا کو کسی طرح مفید نہیں کیونکہ۔

اولاً" ۔ اس کا اہل مزارات سے کوئی تعلق ہی نہیں یہ ان حضرات کی بات ہے جو دنیوی زندگی سے متصف ہیں۔

ثانیاً" ۔ علم ہونے کے باوجود بربناء حکمت مخلوق کی توجہ ہٹ سکتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کے سامنے اپنی قدرت کے نشان کے طور پر پیش کرنا تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی توجہیں ہٹا دیں تاکہ انہیں کسی قسم کی تھکاوٹ یا جسمانی تکلیف نہ ہو۔ جبکہ توجہ کا ہٹ جانا علم کے قطعاً" منافی نہیں۔ حدیث شریف میں ہے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر سرکار ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف اس قدر

متوجہ ہوگئے کہ "یخشی ان تقوم الساعۃ" آپ کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے۔ حالانکہ آپ خود ہی فرما چکے تھے کہ جب تک فلاں فلاں علامات ظاہر نہ ہوں گی قیامت نہیں آ سکتی۔ جیسے ظہور مہدی نزول عیسیٰ علیہ السلام اور خروج دجال وغیرہ۔

گستاخانہ انداز:۔ اس ضمن میں موصوف نے حضرات اولیاء انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں نہایت گستاخانہ انداز کلام اختیار کیا ہے۔ جس سے ان کے ان حضرات کی ذوات قدسیہ سے بغض و عناد کا پتہ چلتا ہے۔ مگر آسمان کا تھوکا اپنے اوپر ہی آیا کرتا ہے۔ اس سے انہیں کوئی فرق نہیں۔ قال الرومی

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند

ہر کسے بر خلقت خوے تند

پھر اگر سماع فی القبور لاہل القبور کا عقیدہ درست نہیں تو صحیحین وغیرہما کی صحیح احادیث ما انتم باسمع منہم نیز فانہ یسمع قرع نعالہم وغیرھما کہاں جائیں گے۔ انہیں ماننے سے کیا تکلیف ہے۔ یا اہلحدیث وہ ہوتا ہے جو اپنے زعم کے مطابق محض اپنی فیور کی حدیثیں مانتا ہو۔ اس مسئلہ پر بھی ہمارے علماء کئی قابل قدر کتابیں لکھ چکے ہیں جیسے امام اہلسنت کی کتاب مستطاب "حیاۃ الموات" وغیرہ۔ مولانا بتائیں کہ کس اہلحدیث نے اس کا جواب لکھا ہے۔ سچ ہے شور مچاتے رہنا کسی کی نہ سننا یہ ان حضرات کی "پرانی عادت" ہے۔

افتراء نمبر۲۸ کا جواب

اٹھائیسواں افتراء یہ باندھا ہے کہ ہم حضرات انبیاء اولیاء کرام علیہم السلام سے دعائیں مانگتے ہیں جو صریح جھوٹ ہے جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے بڑھ کر حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے تو اگر ہم کسی فرد مخلوق سے دعا مانگنے کے قائل ہوتے تو آپ ﷺ سے بالخصوص روضہ انور کی حاضری کے دوران آپ سے دعا مانگتے لیکن ہم وہاں پر جا کر بھی سلام عرض کرنے کے بعد جب دعا کی باری آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں۔ ہاں دعا

کے ضمن میں آپ کی ذات اقدس کا وسیلہ ضرور پیش کرتے ہیں جو قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔

مولانا نے اپنے اس باطل دعویٰ کے ثبوت میں جن بعض اشعار کو ہم سے منسوب کر کے ان سے استدلال کیا ہے ' برتقدیر تسلیم ان میں کسی نبی ' ولی سے دعا نہیں کی گئی بلکہ ان میں ان سے استمداد کی گئی ہے جس کا مطلب طلب دعا ہی ہے یعنی جب کوئی سنی مسلمان کسی محبوب خدا سے یہ کہے کہ آپ میری مدد فرمائیں تو ہمارے نزدیک اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ آپ فلاں مشکل کے حل کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ جبکہ سبب فعل کی طرف فعل کی نسبت کرنے کا جواز قرآن وسنت سے ثابت ہے جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ احیاء و اماتت (مارنا جلانا) درحقیقت خدا کی شان ہے مگر قرآن مجید میں مارنے کی نسبت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ "قل یتوفاکم ملک الموت" پھر بھی اگر کوئی انہیں مستقل بالذات اور خدا سمجھ کر ان سے کسی مشکل کے حل کے پیدا کرنے کی درخواست کرے تو وہ ہمارے نزدیک کافر و مشرک ہے۔

شرعاً "دعا" بھی اسی کو کہا جاتا ہے۔ اس سے دعا اور استمداد کا فرق بھی واضح ہو گیا۔

○ ...... رہا دعا کے ضمن میں استمداد کرنا؟ تو یہ خود حضور سرورعالم ﷺ کی تعلیمات سے ثابت ہے چنانچہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب جامع ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہما میں ہے۔ ایک نابینا صحابی نے بارگاہ اقدس میں اپنی بینائی کے بحال ہونے کی دعا کی درخواست کی تو سرکار ﷺ نے ان سے فرمایا۔ اچھی طرح سے وضو کرو پھر دو رکعت پڑھو پھر یہ دعا مانگو۔ اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی۔ اس میں صراحت کے ساتھ دعا کے ضمن میں نداء حبیب ﷺ موجود ہے ' جبکہ مولانا نے اسے صریحاً" شرک قرار دیا ہے جو ان کی واضح بے ایمانی کی دلیل ہے۔

اشراک بمذہبے کہ تاحق برسد

مذہبے معلوم و صاحب مذہب معلوم

○ ..... اگر استمداد اور دعا میں فرق نہیں۔ دونوں برابر ہیں اور شرک ہیں ' تو مولانا اپنے ان علماء کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے جنہوں نے اسے نہ صرف جائز کہا بلکہ اپنے بزرگوں سے استمدادیں بھی کی ہیں۔ مثلاً" گزشتہ سطور میں یہ بحوالہ گزر چکا ہے کہ ان کے دو بزرگوں نے اپنے مرے ہوئے دو پیشواؤں (ابن قیم اور قاضی شوکانی) سے مدد طلب کرتے ہوئے کہا۔

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

پس بتایا جائے کہ اس استمداد کی بناء پر مولانا کے یہ بزرگان بھی مشرک ہوئے یا نہیں؟ ہوئے تو لکھ دیں۔ نیز یہ بھی لکھ دیں کہ جو انہیں اپنا پیشوا مانے اس کا کیا حکم ہے؟ نہیں ہوئے تو دلائل شرعیہ کی رو سے وجہ فرق اور اس حکمت کو واضح کریں کہ وہ کیوں اور کس وجہ سے مشرک نہیں اور ہم پر بلا جھجک یہ حکم کیوں صادر کر دیا جاتا ہے؟ یہ بھی ذہن شریف میں رہے کہ محض جماعتی بنیاد پر کسی کی غلط جانبداری کرنا یہود و نصاریٰ کے احبار و رھبان کا شیوہ ہے۔

رہا یہ کہ بعض اشعار میں خود کو حضور سید عالم ﷺ اور حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فقیر کہا گیا ہے جو شرک اور اس قرآنی آیت کے خلاف ہے۔ یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ اے لوگو تم سب اللہ کے فقیر ہو۔

تو یہ بھی مولانا کی بزرگانہ ہیراپھیری ' مغالطہ دہی اور ہاتھ کی صفائی کا نتیجہ ہے۔ اردو اور پنجابی زبان کے ان اشعار میں فقیر محض "سائل" کے معنی میں ہے جبکہ قرآنی آیت میں حقیقی پہلو کے حوالہ سے لفظ فقیر وارد ہوا ہے ' جو اپنی جگہ بجا اور درست ہے جس کے مکمل معنی یہ ہیں کہ اے لوگو تم فقراء الی اللہ ہو یعنی حقیقی معنوں میں تمہاری حاجات کا حل جس سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ اللہ ہی ہے یہ وسائط و اسباب محض پردہ ہیں اصل موثر وہ ہے جو اس پردہ کے پیچھے متصرف ہے۔

فقیر بمعنی ضرورت مند اور مخلوق کی طرف لفظ سائل کی نسبت دونوں دلائل شرعیہ میں وارد ہیں۔ مثلاً" قرآن مجید میں ہے۔ "للفقراء الذین احصروا فی

سبیل اللہ الایۃ نیز فرمایا و فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم سورۃ والضحیٰ میں فرمایا۔ و اما السائل فلا تنھر حدیث شریف میں ہے للسائل حق ولو جاء علی فرس۔

خلاصہ یہ کہ جو معنی فقراء الی اللہ میں ملحوظ ہے وہ ان اشعار میں نہیں اور جو معنی ان اشعار میں ملحوظ ہے وہ اس آیت سے الگ ہے۔ خدشہ اس لئے پیدا ہو گیا کہ دونوں کو فن ابلیس کے اس ماہر کامل نے گڈمڈ کر دیا ہے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً" وہابیت کی وباء سے

۲۹ ویں اور آخری افتراء کا جواب

۲۹ واں اور آخری افتراء یہ باندھا ہے کہ فوائد فریدیہ اور انوار خواجہ رضاخانی مذہب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بریلویوں کا کلمہ اس طرح ہے۔ "لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ اور معین الدین رسول اللہ" جسے ہم اس صدی کا مولانا کا سب سے بڑا جھوٹ کہنے سے تو ڈر رہے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بڑا بھی کوئی جھوٹ بولیں۔

○ ..... مولانا کے جھوٹے ہونے کا اندازہ یہاں سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اپنے اس پورے مضمون میں انہوں نے جس امر پر اپنی پوری طاقت صرف کی ہے وہ یہ ہے کہ بریلوی مذہب کے مورث اعلیٰ حضرت ہیں جو ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ مگر اس اعتراض کے ضمن میں وہ اسے حضرت خواجگان چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کر رہے ہیں جس سے انہوں نے یہ باآسانی مان لیا ہے کہ سنی مذہب تیرھویں یا چودھویں صدی کی پیداوار نہیں بلکہ قدیم سے چلا آ رہا ہے اور کم از کم یہ کہ وہ اہلحدیث مذہب کے زمانہ پیدائش سے پہلے کا ہے کیونکہ حضرات خواجہ صاحب چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں جنہیں کم وبیش ساڑھے آٹھ سو برس بیت چکے ہیں جبکہ خود عمائد اہلحدیث کے مطابق اہلحدیث مذہب ہندوستان کی پیداوار اور اہلحدیثوں کی سرکار انگریز کا فیض اور گوروں کی توجہات کا ثمرہ ہے۔

○ ...... مولانا اس حوالہ سے بہت لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے اپنے اس مضمون کو اپنے مقرر کردہ معیار سے گرنے نہیں دیا اور وہ یہ کہ انہوں نے اسے جھوٹ تحریف اور خیانت سے شروع کیا تھا پھر وہ اسی نہج پر اسے پایہ اختتام تک لے آئے ہیں جو بڑی ہمت کی بات ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

○ ...... جن کتابوں کا حوالہ کے طور پر نام لیا گیا ہے ' ان میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں جو اعلیٰ حضرت یا ان کے کسی خلیفہ و شاگرد کی لکھی ہوئی ہو۔ پس مولانا کا اسے اعلیٰ حضرت سے منسوب کرنا ان کا ایک اور جھوٹ ہے۔

○ ...... پھر یہ کہ صاحب فوائد فریدیہ نے اس عبارت کو بطور تردید نقل کیا ہے کہ یہ غیر ثابت بے اصل اور جھوٹ ہے مگر مولانا نے اس کا سیاق و سباق اڑا کر کیا کا کچھ اور پھانس کا بانس بنا دیا جو ان کے اس فن میں نہایت درجہ باصلاحیت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

○ ...... اس اعتراض کا مکمل پوسٹ مارٹم ہم اپنے رسالہ "اظہار حقیقت" میں کر چکے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

○ ...... انوار خواجہ نامی جس کتاب کا حوالہ پیش کیا گیا ہے وہ ایک ایسی بے نسب اور مجہول کتاب ہے جس کے بارے میں مولانا سمیت کسی بھی وہابی کو معلوم نہیں کہ یہ کس کی تالیف ہے۔ کس سن میں لکھی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے بھی غیر مقلد ہونے کے دعویٰ کے باوجود اس بارے میں کتاب رضاخانی مذہب کی تقلید کر کے اپنے اصول کے مطابق شرک فی الرسالۃ کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کتاب رضاخانی مذہب کے مؤلف کا نام مولانا سعید احمد صاحب قادری ہے جنہوں نے اس کتاب میں دنیا بھر کی تمام بازاری اور سوقیانہ گالیاں جمع کی ہیں اور وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ الامان والحفیظ ان کا تعلق دیوبندی مسلک سے تھا۔ جس کا انہیں بعد میں احساس ہوا تو پچیس سال تک دیوبندی رہنے کے بعد ان کذب بیانیوں اور سابقہ مذہب سے تائب ہو کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے توسط سے حضور سید عالم ﷺ کی غلامی میں آ چکے ہیں۔ جس کا انہوں نے بارہا اعلان کیا کہ ان کی ان غلط کتابوں کا حوالہ

وہی پیش کریگا جو نسل بریدہ ہوگا۔ پس اب انہیں چاہئے کہ ان کی پسندیدہ کتاب غلط ثابت ہو چکی اور اس کے مؤلف سنی ہو چکے ہیں۔ آپ محض آخرت میں رسوا ہونے سے بچنے کی غرض سے رضاخانی مذہب کے مؤلف کی طرح اس جھوٹے مذہب سے تائب ہو کر سنی ہو جائیں۔ اسی میں عافیت ہے اسی میں نجات ہے ہمارا فرض بتا دینا تھا جس سے ہم بفضلہ تعالیٰ عہدہ برآ ہو چکے۔ پھر نہ کہنا خبر نہ تھی۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

آٹھ تراویح کے رد اور بیس کے ثبوت میں لاجواب رسالہ

تحقیق رکعات تراویح

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

ہدیہ ۱۵ روپے

قادریہ پبلشرز۔ کراچی

شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

دروازہ" کے موضوع پر ایک علمی تحقیقی۔ متین۔ سنجیدہ و جامع تحریر اور

کئے گئے اعتراضات کے جوابات

اَلجُنَّۃُ لِبَابِ الجَنَّۃ

المعروف بہ

پاسبان بہشتی دروازہ

ازقلم

علامہ مفتی عبدالمجید خاں سعیدی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

ہدیہ ۱۰ روپے

ناشر۔ قادریہ پبلشرز

عقیدہ شفاعت پر اعتراضات
کے مسکت جوابات

شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

علامہ مفتی عبد المجید خاں سعیدی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

ہدیہ ۱۵ روپے

قادریہ پبلشرز۔ کراچی

صدائے سنّیت

★ حب خدا اور عشق رسول ﷺ کو اپنی محبت کا معیار بنایئے۔

★ اپنے قلوب میں شمع عشق نبی ﷺ ہمیشہ فروزاں رکھیے۔

★ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عظام رحمہم اللہ علیہما کی تعظیم کیجیے۔

★ نماز، روزہ اور دیگر شرعی احکام کی پاسداری کیجیے۔

★ اپنے آقا ﷺ پر درود شریف کی کثرت کیجیے۔

★ مسلک حق اہلسنّت و جماعت پر قائم رہیے۔

★ اللہ و رسول ﷺ کے گستاخوں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین کرنے والے اور ہر گمراہ فرقہ سے بچتے رہیے۔

★ یاد رکھیے اللہ کے رسول شافع محشر نبی مکرم ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ:

"ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"

★ ترجمہ: ان سے اپنے آپ کو بچاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں گمراہ کر دیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں فتنہ میں ڈال دیں۔

قادریہ پبلشرز کراچی

مناظر اہلسنّت علامہ مفتی عبد المجید خاں سعیدی رضوی
کے معترضین کو مسکت جوابات

صلوٰۃ وسلام عند الاذان

رفع یدین کی شرعی حیثیت

ہم حنفی کیوں؟

پاسبان بہشتی دروازہ

تحقیق نسخ رفع یدین

تحقیق رکعات تراویح

علم النبی ﷺ

قادریہ پبلشرز کراچی